تربیتِ ذات

تألیف

فضیلۃ الشیخ: عبداللہ بن عبدالعزیز العیدان

مترجم

شمس الحق بن اشفاق اللہ

المکتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالشفا

تالیف

فضیلۃ الشیخ: عبداللہ بن عبدالعزیز العیدان

مترجم

شمس الحق بن اشفاق اللہ

المكتب التعاوني للدّعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالشّفا

الرياض ١١٤١٨ ص.ب ٣١٧١٧ هاتف: ٤٢٠٠٦٢٠ ناسوخ ٤٢٢١٩٠٦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ:

مسلمان بھائیو اور بہنو!

جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام جیسی بہترین نعمت عطا کی ہے...

اور ہمیں کروڑوں لوگوں میں مسلمان بنایا...

تو کیا ہمارے لئے یہ مناسب ہے کہ ہم صرف ارکان اسلام واعمال اور فرائض ہی کو ادا کریں؟ یا یہ مناسب ہوگا کہ ہم اپنا علمی، ایمانی اور اخلاقی معیار بلند کریں۔

پھر ہماری زندگی میں ان مختلف گوشوں کے معیار کی بلندی کا ذمہ دار کون ہے؟

کیا والدین ہیں، یا دوست واحباب، خاندان ہے یا میڈیا؟

یا انسان بذات خود اس کا ذمہ دار ہے؟

پھر اس تربیت کے کتنے پہلو اور اقسام ہیں؟

اور دنیا و آخرت میں اس کے کیا اثرات اور نتائج مرتب ہو سکتے ہیں؟

ایسے بے شمار سوالات ہیں جن کا جواب - ان شاء اللہ - آئندہ آنے والی سطروں میں آپ پائیں گے۔

مؤلف

تربیتِ ذات کا مطلب

کوئی سائل یہ پوچھ سکتا ہے کہ تربیتِ ذات کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ تربیتِ ذات ان مختلف تربیتی طریقوں کا نام ہے جن سے مسلمان مرد۔ عورت۔اپنی ذات کو علمی، ایمانی، اخلاقی اور سماجی حیثیت سے اسلامی شخصیت بنانے میں مستفید ہو سکتا ہے اور بشری کمال کے مراتب طے کر سکتا ہے، بلفظ دیگر: انسان کا مختلف طریقوں سے زندگی کے تمام گوشوں میں خود اپنی تربیت کرنا۔

اس معنی کے اعتبار سے یہ اس اجتماعی یا عام تربیتی کاموں کے بالمقابل ہے جسے لوگ دوسروں کے ساتھ مل کر انجام دیتے ہیں، یا ان کے ساتھ وہ خود تربیت پاتا ہے، جیسے مسجد، خاندان، مدرسہ، ذرائع ابلاغ، رفاقت سفر، زیارتیں نیز دیگر متعدد سرگرمیاں اور پروگرام۔

تربیتِ ذات کی اہمیت

تربیتِ ذات کے اسالیب اور مسلمان کے لئے دنیا و آخرت میں اس کے اثرات کی وضاحت سے پہلے اس کی اہمیت اور ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے اس کی ضرورت واضح کر دینا ضروری ہے تاکہ اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کی حفاظت کرنے میں ہمارے لئے مہمیز ثابت ہو، خاص کر دور حاضر میں۔

۱-خود اپنی حفاظت غیروں کی حفاظت سے مقدم ہے:

مسلمان کا اپنی تربیت کرنا حقیقت میں اللہ کے عذاب سے بچاؤ اور جہنم سے ڈھال ہے، اور بلاشبہہ خود اپنا بچاؤ دوسروں کے بچانے پر ٹھیک اسی طرح مقدم ہے جیسے کہ خدانخواستہ اگر کسی کے اپنے گھر میں یا کسی دوسری جگہ آگ لگ جائے تو سب سے پہلے آدمی خود اپنے بچاؤ کی تدبیر کرتا ہے، پھر دوسروں کی، اسی حقیقت کی تاکید اللہ تعالی کر رہا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُم وَأَهْلِيكُم نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالحِجَارَةُ﴾ التحریم: ٦۔

(اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر)

علامہ ابن سعدی رحمہ اللہ نفس کو بچانے کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ: "نفس کو اللہ کے اوامر کی بجا آوری، اور اس کے منہیات سے اجتناب کا پابند بنانا، اللہ کو ناراض کرنے والی اور جہنم واجب کرنے والی چیزوں سے توبہ کرنا"(۱) یہی ذاتی تربیت کے معنی اور اس کی غرض و غایت ہے۔

۲- اگر آپ بذات خود اپنی تربیت نہیں کریں گے تو دوسرا کون کرے گا:

جب انسان پندرہ، بیس، تیس یا اس سے زیادہ عمر کا ہو جائے تو اس کی تربیت کون کرتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ اپنی تربیت خود نہیں کرے گا تو کوئی بھی اس کی تربیت ہرگز نہیں کر سکتا، اور نہ ہی کوئی چیز اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے، کیونکہ والدین خصوصاً اور سارے لوگ عموماً یہ سوچتے ہیں کہ وہ عمر دراز ہو چکا ہے اور اپنی مصلحت خود بہتر سمجھتا ہے، یا ان کے ذاتی دنیاوی مسائل انہیں اس سے غافل کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے (اگر وہ خود اپنی تربیت نہ کرے) تو اطاعت و فرمانبرداری کے مواقع ضائع ہو جاتے ہیں، وقت گزرتا جاتا ہے، عمر ڈھلتی جاتی ہے اور وہ اپنی کوتاہیوں کا تدارک نہیں کر پاتا، یا اپنی گمشدہ بشری کمال کے لئے کوشش نہیں کر پاتا، نتیجہ یہ ہوگا کہ موت کے وقت اور قیامت

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان / عبد الرحمٰن بن سعدی ص ۸۰۹۔

کے روز افسوس کرے گا: ﴿يَومَ يَجْمَعُكُم لِيَومِ الجَمْعِ ذَلِكَ يَومُ التَّغَابُن﴾ التغابن:۹۔

(جس دن تم سب کو اس جمع ہونے کے دن جمع کرے گا وہی دن ہے ہار جیت کا)

۳-حساب تنہا ہوگا:

چونکہ بروز قیامت اللہ تعالی اپنے بندوں کا فرداً فرداً حساب لے گا اجتماعی نہیں، یعنی ہر شخص اپنا اور اپنے اچھے برے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا اور تن تنہا اس کا محاسبہ ہوگا خواہ کتنا بھی دعوی کرے کہ دوسرے لوگ بھی اسے گمراہی میں ڈالنے اور اس کی کوتاہی ولاپرواہی اور اس کے انحراف کے سبب تھے، اس لئے اس کے سمجھنے کے مطابق ان کا محاسبہ بھی اسی کے ساتھ ہونا چاہئے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَكُلُّهُم آتِيهِ يَومَ القِيَامَةِ فَرْداً﴾ مریم:۹۵۔
(یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں)

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَكُلّ إِنْسَانٍ أَلْزَمنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَه يَومَ القِيَامَةِ كِتَاباً يَلقَاهُ مَنْشُوراً ☆ اقْرَأ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفسِكَ اليَومَ عَلَيْكَ

حَسِيباً﴾الاسراء:۱۳،۱۴۔

(ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پالے گا، لے خود ہی اپنی کتاب آپ پڑھ لے، آج تو تو خود ہی حساب لینے کو کافی ہے)

حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَامِنْكُم مِن أَحَدٍ إِلّا سَيُكَلِّمُهُ اللّٰهُ رَبّه وَلَيس بَينَهُ وَبَينَه تَرجمَانٌ"(۱)

(تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب ڈائرکٹ گفتگو کرے گا، اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی مترجم نہیں ہوگا)۔

چنانچہ جس شخص نے اپنی حقیقی تربیت کی انشاء اللہ اس پر حساب آسان ہو جائے گا اور اللہ کی رحمت سے عذاب سے چھٹکارا پا جائے گا۔

۴-انسان خود کو بدلنے پر زیادہ قادر ہے:

کوئی بھی انسان عیب و کوتاہی اور گناہ و خطا میں واقع ہونے سے محفوظ نہیں خواہ کم ہو یا زیادہ، اور جب معاملہ اس قدر یقینی ہے تو ابتداء ہی سے اس کے مضبوط ہونے سے پہلے اس کا علاج ضروری ہے، انسان اپنی غلطیوں اور عیوب

---

(۱) بخاری و مسلم۔

کی مکمل اور دائمی تصحیح اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ تربیتِ ذات پر عمل پیرا ہو کر اس مشکل کو حل نہیں کرے گا کیونکہ وہ خود کو بہتر جانتا ہے اور اس کے اسرار و رموز کی اسے زیادہ معرفت ہے اور اگر وہ اپنی تربیت کرنا چاہے تو خود کو عمدہ اخلاق اور خاص متعینہ نہج پر چلانے کی دوسروں سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

۵- تربیتِ ذات ثبات قدمی واستقامت کا ذریعہ ہے:

تربیتِ ذات بحکم الہی مسلمان کے لئے تادم حیات ایمان وہدایت پر ثابت قدم رہنے کا اولین سبب ہے اور ان فتنوں اور فسادوں سے مقابلہ کرنے کا پہلا دفاعی قدم ہے جو دور حاضر میں مسلمانوں کی بیخ کنی کر رہے ہیں اور اسے صراط مستقیم سے مائل و منحرف کرنے اور اس میں کمزوری و سستی ڈالنے یا مستقبل کا خوف دلانے یا موجودہ تباہی میں پڑنے سے سخت بہلاوا دے رہے ہیں، اور تربیتِ ذات کی مثال اس درخت کی سی ہے جس کی جڑیں جس قدر زمین میں پھیلی ہوں گی طوفانوں اور ہواؤں کے سامنے اتنا ہی وہ ثابت اور جمارہے گا۔

۶- تربیتِ ذات دعوت میں انتہائی کارگر ہوتی ہے:

دراصل ہر مسلمان مرد و عورت کو اپنے علم واستطاعت کے مطابق اللہ کی

جانب دعوت دینے والا، مصلح و معلم اور رہنما و مربی ہونا چاہئے، اور خاص و عام کے درمیان مقبول ہونے اور ان کی زندگی میں تبدیلی و اصلاح لانے کے لئے قوی توشہ اور عظیم موثر کی ضرورت پڑتی ہے، لوگوں کو دعوت دینے اور ان میں مقبولیت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ انسان بہترین نمونہ اور اپنے ایمان و علم اور اخلاق میں ممتاز آیڈیل ہو، لوگوں میں یہ مثالی نمونہ اور قوی تاثیر صرف خطبوں اور تقریروں کی کثرت سے نہیں ہوتی، بلکہ صحیح تربیتِ ذات ہی داعی کے اندر یہ تاثیر پیدا کرتی ہے۔

۷- معاشرہ کی اصلاح کا صحیح طریقہ:

کیا کوئی بھی ایسا مسلمان ہوگا جو امت مسلمہ کے مختلف گوشوں میں برے حال کا المیہ بیان نہ کرتا ہو، خواہ دینی ناحیہ ہو یا اقتصادی، سیاسی ہو یا ابلاغی واجتماعی وغیرہ۔

جواب: نہیں ایسا کوئی نہیں۔

لیکن اس تلخ حقیقت کی اصلاح کا کیا راستہ ہے؟ جس سے آج امت مسلمہ دوچار ہے اور علاج کی خاطر صحیح ڈگر پر چلنے کا کون سا صحیح طریقہ ہے؟

کیا صرف شکوہ و شکایت اور لاحول پڑھنا کافی ہوگا؟ یا کہ مختصراً دیگر

کوششوں اور ذرائع کو نظر انداز کئے بغیر اس کی ابتدا اپنی ذاتی تربیت سے کرے، چنانچہ جب کوئی شخص خواہ مرد ہو یا عورت اپنی ذات کے ساتھ بہترین طریقے اور مکمل شمولیت و توازن کے ساتھ اس پر عمل کرے گا تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ اور افراد کی اصلاح ہو گی تو بحکم الٰہی خاندان بھی درست ہو جائے گا، پھر پورا معاشرہ سدھر جائے گا اور اس طرح دھیرے دھیرے امت کے سارے حالات درست ہو جائیں گے۔

۸-ذاتی تربیت کا امتیاز:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تربیت کی اہمیت اس کی بجا آوری میں سہولت اور اس کے اسالیب میں تنوع میں نظر آتی ہے، یہ ہر وقت ہر حال اور ہر جگہ مسلمان کے ساتھ پائی جاتی ہے جیسا کہ آئندہ اس کی وضاحت ہو گی اس کے برعکس عام تربیت کے معین اوقات اور خاص جگہیں ہوتی ہیں۔

تربیت سے لاپرواہی کے اسباب

مذکورہ بالا چیزیں ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے ذاتی تربیت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں اس کے برخلاف ہمیں اکثر مسلمانوں میں ان کی روزمرہ کی زندگی کے مختلف گوشوں میں تربیت سے واضح غفلت نظر آتی ہے، اس کے لئے پوری توجہ اور صحیح اہتمام مفقود معلوم ہوتا ہے، اگر ہم اس سستی و غفلت کے اسباب تلاش کریں تو اس کے مندرجہ ذیل چند اسباب نظر آئیں گے۔

۱۔ علم و معرفت کی کمی:

ذاتی تربیت پر ابھارنے اور اسکی جانب دعوت دینے والے قرآن وحدیث میں ثابت شدہ نصوص سے اکثر مسلمانوں کی جہالت، اعمال صالحہ کے فضائل اور اس پر مرتب ہونے والے اجر وثواب کی معرفت میں کمی، اسی طرح دنیا و آخرت کی زندگی پر اس کے اچھے اثرات کی بے پرواہی اور دوسری جانب اس شیطان کی دشمنی سے نادانی جو ہر طریقہ واسلوب سے انہیں تمام بھلائیوں سے روکتا ہے، یہ سب اپنے نفس کی تربیت اور مطلوبہ اصلاح سے سستی برتنے کے اسباب ہیں۔

۲۔ غرض وغایت کی غیر یقینی صورت حال:

مسلمان کے نفس کی تربیت پر جو چیز معاون ہوتی ہے وہ اس زندگی کا واضح

مقصد اور اس کے وجود کی غایت ہے، کہ وہ اللہ تعالی کی اطاعت، اس کے راستے میں جہاد اور اس کی جانب دعوت دینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، تاکہ آخرت میں اس جنت کی کامیابی سے ہمکنار ہو جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے بلکہ فردوس اعلی پر فائز ہو، اور دنیا میں دلی سعادت اور نفسی اطمینان سے ہمکنار ہو...... لیکن جو شخص بغیر غرض وغایت زندگی گزارتا ہے یا اس کا مقصد پوشیدہ ہوتا ہے تو وہ حیرت وغفلت اور اندھیرے میں بھٹکتا رہتا ہے جیسا کہ آج کل اکثر مسلمانوں کا حال ہے، دنیا اور اس کی لذتیں، اس کی آرام و آشائش ہی اس کا مقصد اور اس کے علم کی انتہا ہوتی ہیں، پھر کیسے وہ اپنے نفس کی تربیت کے بارے میں سوچ سکتا اور کوشش کر سکتا ہے، یا اس تربیت کے سلسلے میں پیش آمدہ تکلیفوں اور پریشانیوں پر کیسے صبر کر سکتا اور کیسے مداومت برت سکتا ہے۔

۳-دنیا سے لگاؤ:

شاید ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں جو اس زندگی کا حقیقی مقصد سمجھتے ہوئے، اس کی فضیلتیں نیز اجر وثواب جانتے ہوئے بھی ان کا دنیا سے قلبی وجسمانی لگاؤ تربیت سے مانع ہوتا ہے، اور اسی میں اپنی ساری کوشش، وقت، اور سوچ وفکر صرف کئے رہتا ہے، اور اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ذاتی تربیت پر

عمل کرنے سے معذور سمجھتا ہے، اس وجہ سے کہ وہ بزعم خود ایسی چیز میں مشغول ہے جو اہم اور اولی ہے یعنی روزی کی تلاش، خود اپنے اور اپنے بال بچوں کے مستقبل کی ضمانت یا مال اور اس کے فائدہ کی کثرت کی محبت، یا لہو ولعب میں مشغولیت وغیرہ۔

۴- تربیت کا غلط مفہوم:

حقیقی تربیت کا معنی، اس کے وسائل اور اس کے مقاصد کا غلط مفہوم بعض مسلمانوں کو اپنے نفس کے ساتھ اہتمام کرنے اور اسے تربیت دینے میں آڑے آجاتا ہے، اس لئے کہ اس کا اپنانا زندگی اور معاشرہ سے علیحدگی کا سبب سمجھتا ہے، یا کہ اس میں کافی وقت اور کوشش درکار ہوتی ہے، اور زندگی کی بنیادی ضروریات سے ٹکراتا ہے یا اسے اس کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیونکہ الحمد للہ وہ مسلمان ہے اور اہم دینی واجبات ادا کرتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسری غیر ضروری عبادتوں واطاعتوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

۵- صاف ستھرے تربیتی مراکز کی کمی:

جس ماحول میں انسان رہتا ہے اس کا اس کی زندگی پر بڑا اثر پڑتا ہے خواہ مثبت ہو یا منفی، مثال کے طور پر: گھر، راستہ، دوست، مدرسہ، بازار، فلمیں،

کیسٹیں، کتابیں وغیرہ سب انسانی خیالات اس کے اہتمام وکیریکٹر پر بیحد موثر ہوتی ہیں اگر تربیتی مراکز (خصوصاً گھر) نیکی اور اللہ کی ہدایت سے بہرہ ور ہیں تو انسان کے استقامت اور نفس کی تربیت وطہارت پر مددگار ہوتے ہیں اور ان مراکز کے وجود کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، لیکن اگر اس کے برعکس ہوں تو ذلت وپستی کے اسباب بن کر رہ جاتے ہیں، اور ترقی، اصلاح اور تبدیلی میں آڑے آتے ہیں۔ اگر آج ہم ان تربیتی مراکز پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں یہ نظر آئے گا کہ وہ اپنی برائی وانحراف، یا کمزوری اور گھٹیاپن کی وجہ سے اس معیار پر نہیں ہیں جو تربیت واستقامت کے لئے معاون ہوں۔

۶- مربیوں کی قلت:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں، بچپن سے بلوغت اور بڑھاپے، بلکہ موت تک ارشاد وتربیت اور تعلیم کا حاجتمند ہوتا ہے یہ بات درست نہیں کہ تربیت صرف بچوں یا نوجوانوں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ تربیت وارشاد کسی خاص طرز یا محدود اسلوب کے ساتھ مقید نہیں، بلکہ عمر، وقت اور حالات کے اعتبار سے اس کے اسالیب اور طریقے بدلتے رہتے ہیں۔

جب یہ بات ہمیں معلوم ہو گئی کہ مربی اول والد ہیں اور دوسرے مربی استاذ ہیں، مگر آج ہمارے معاشرے میں چند اسباب کی وجہ سے ان دونوں کے رولس تقریباً ناپید ہونے کے برابر ہیں، ساتھ ہی ساتھ خیر خواہ دوست اور مرشد بھائی کی قلت ہے تو اس وقت ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد و عورت بذات خود ہی اپنی رہنمائی کرے اور اسی طرح والدین، معلم، دوست اور دوسرے مربی حضرات جو اپنے تربیتی واجبات اور برادرانہ سلوک میں کمزور ہو گئے ہیں ان کی متروکہ ذمہ داریاں سنبھال لے۔

۷-درازئ آرزو:

بہت سارے مسلمانوں کے دلوں میں یہ دائمی مرض سرایت کر چکا ہے اور انہیں نفس کی تربیت کرنے، اسے پاک کرنے اور ہر قسم کی اطاعت و عمل صالح کرنے میں تردد میں ڈالتا ہے، یا اس شیطانی احساس کی وجہ سے تربیت سے رک ہی جاتا ہے جو اس سے کسی بھی کار خیر کا ارادہ کرتے وقت کہتا ہے کہ نفس کو تربیت دینے اور اللہ کی اطاعت پر استقامت میں جلدی کیوں ہے؟ ابھی عمر بہت ہے، تھوڑا انتظار کرو یہاں تک کہ آئندہ مناسب وقت اور ہر طرح کے کام کاج سے فراغت مل جائے، تاکہ تمہیں نفس کی تربیت کے لئے پوری قوت

اور مناسب فرصت میسر ہو جائے گی، اس طرح ہمیشہ اور ہر وقت یہ خطرناک احساس اسے گھیرے رہتا ہے اور اس کی عمر گزرتی رہتی ہے، اس کی زندگی کے بیشمار سال گزر جاتے ہیں اور وہ اپنے نفس کی تربیت واصلاح میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاپاتا۔

۸- سستی وآرام طلبی:

بہت سارے مسلمان اپنے حالات کی اصلاح کے متمنی ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی زندگی سیدھی راہ پر آجائے اور ایمان و تقوی، صلاح واستقامت کے اعتبار سے بہترین لوگوں میں ان کا شمار ہو، لیکن اس سے رکاوٹ اور محرومی کا سبب وہ چیز بنتی ہے جو آج کل اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے وہ ہے ان کی سستی وکاہلی، آرام پرستی کی عادت، اور نفس سے جہاد نیز رب سے ملاقات کرنے پر فلاح و بھلائی سے ہمکنار ہونے والے امور سے بے رغبتی، اسی آفت کی وجہ سے کتنے افضل اوقات اور قیمتی ساعتیں، اور نیک اعمال اس سے ضائع ہو جاتے ہیں کیونکہ اس کا نفس کمزور ہے اور شیطان اس پر غالب آچکا ہے۔

تربیتِ ذات کے طریقے

اللہ تعالی کی ہم پر فضل ورحمت ہے کہ اس نے اپنی خوشنودی، محبت وجنت کے حصول کے لئے بے شمار دروازے اور مختلف راستے ہموار کر دئے خصوصاً جن کا تعلق مسلمان کا اپنی ذاتی تربیت سے ہے تاکہ ہر مسلمان مرد و عورت حسب استطاعت ان دروازوں اور راستوں کا حصول کرے اور ان کے ارادے بلند ہوں۔

ذاتی تربیت کے بہت سارے طریقے ہیں، چند درج ذیل ہیں:

پہلا طریقہ: محاسبہ

محمد غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر انسان اپنی زندگی میں بغیر کسی رکاوٹ ومراقب کے اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے کرے تو وہ اپنی زندگی یونہی بکھیر کر رکھ دے گا جیسے کوئی جاہل اپنے مال بکھیر کر رکھ دیتا ہے، تو کیا حال ہوگا جب کہ اللہ تعالی کی طرف سے نگراں متعین ہیں جو ہر چھوٹی بڑی چیز کو لکھتے ہیں اور ذرہ برابر چیز کو بھی نوٹ کرتے رہتے ہیں"(1)۔

اور جب معاملہ اس کے برعکس ہے تو مسلمان کی عقلمندی اور حکمت یہی

---

(1) جدد حیاتک / لمحمد الغزالي ۲۲۹۔

ہونی چاہئے کہ اگر وہ اپنی تربیت کا پختہ ارادہ رکھتا ہے تو سب سے پہلے اپنے اچھے وبرے اعمال کا محاسبہ کرے اور یہ واضح کرلے کہ اس کے پاس کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں ہیں تاکہ اچانک بروز قیامت غیر متوقع چیز کا سامنا نہ کرنا پڑے، حالانکہ وہ اس گمان میں تھا کہ وہ راہ راست پر اور نیک وکاروں اور متقیوں میں سے ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ الحشر:۱۸۔

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے کیا بھیجا ہے)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حساب لئے جانے سے پہلے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو اور یہ دیکھ لو کہ قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے پیشی کے لئے کتنے نیک اعمال کا ذخیرہ کیا ہے اور یہ بات جان رکھو کہ وہ تمہارے تمام اعمال واحوال کو جاننے والا ہے اس پر تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے"(۱)۔

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے فرمایا: "الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۴/ ۳۶۵۔

المَوتِ، وَالعَاجِزُ مَنْ أتبعَ نَفْسَه هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللّهِ الأَمَانِي"(۱)

(چالاک وہ ہے جس نے اپنے نفس پر قابو رکھا اور موت کے بعد کے لئے عمل کیا اور عاجز وہ ہے جس نے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی اور اللہ سے مختلف قسم کی آرزوئیں لگائے رہا)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی مشہور حکمت کی باتوں میں فرماتے ہیں: "حساب لئے جانے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کر لو اور اعمال کے وزن سے پہلے اپنے نفس کو تول لو، آج تمہارا اپنا محاسبہ کر لینا کل کے حساب کے لئے آسانی کا ذریعہ ہوگا، اور عظیم پیشی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لو، جس دن تم پیش کئے جاؤ گے اور اس دن تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی"(۲)۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بندہ اس وقت تک بھلائی میں رہتا ہے جب تک اس کا نفس اسے نصیحت کرتا ہے اور محاسبہ اس کا ارادہ رہتا ہے"۔

ابن قیم رحمہ اللہ اس پہلو کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مکلّف بندہ کے لئے سب سے نقصان دہ چیز غفلت اور عدم محاسبہ ہے، بے لگامی، اور

---

(۱) ترمذی (۲۴۵۹)۔

(۲) اسے امام احمد نے اپنی کتاب "الزھد" میں روایت کیا ہے ص ۱۷۷۔

معاملات میں سستی اور بدنظامی و بے راہ روی ہے۔ یہ اسے ہلاکت کی جانب لے جاتی ہے، یہی حال فریب خوردہ لوگوں کا ہوتا ہے کہ وہ انجام سے آنکھیں بند کئے رہتا ہے اسی حال میں لاپرواہ ہو کر چلتا رہتا ہے، اور معافی پر بھروسہ رکھتا ہے چنانچہ اپنے نفس کے محاسبہ اور انجام سے غفلت برتتا ہے اور جب ایسا کرتا ہے تو اس کے لئے گناہوں میں پڑنا آسان ہو جاتا ہے اور وہ ان سے مانوس ہو جاتا ہے ان کا چھوڑنا اس کے لئے بہت دشوار ہوتا ہے(۱)۔

تربیت نفس میں محاسبہ کی اہمیت کے پیش نظر چند امور کی جانب تنبیہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱- مکرر محاسبہ کی ضرورت:

سنجیدہ مسلمان اپنے نفس کی تربیت کی خاطر وقتاً فوقتاً محاسبہ کی کوشش کرتا رہتا ہے اپنی زندگی کے ہر پہلو کی تفتیش کرتا ہے تاکہ یہ دیکھے کہ وہ کون کون سے درست افکار کا حامل ہے جن کو وہ مضبوطی سے تھامے رہے اور ترقی دے، اور کون سے اچھے اعمال ہیں جنہیں لازم پکڑے اور ان پر مداومت برتے، اور کون سے علمی و عملی گناہ اور کوتاہ پہلو ہیں جن سے اجتناب کرے۔

---

(۱) اغاثۃ اللھفان ۱/ ۷۸ و ۱۳۶۔

ابن قیم رحمہ اللہ محاسبہ کا ایک واضح طریقہ بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’سب سے کارگر چیز یہ ہے کہ آدمی سوتے وقت ایک گھڑی بیٹھ جائے اور اس دن کے گھاٹے اور فائدہ کا محاسبہ کر لے، پھر اپنے اور اللہ کے درمیان خالص توبہ کی تجدید کرے، اور اسی توبہ پر سو جائے اور یہ عزم کر لے کہ بیدار ہونے کے بعد وہ گناہ نہیں کرے گا، اسی طرح ہر رات کرتا رہے، اب اگر اسی رات مر گیا تو توبہ پر مرے گا، اور اگر بیدار ہوا تو نئے عمل کے لئے بیدار ہوگا اور اپنی موت کے متاخر ہونے پر خوش ہوگا، اس طرح وہ اپنے رب سے ملے گا اور فوت شدہ چیزوں کی تلافی کر لے گا‘‘(۱)۔

۲-اہم اقدامات:

سب سے پہلے انسان اپنے نفس کا جس چیز پر محاسبہ کرے وہ ہے: اپنے عقیدہ کی صحت وسلامتی، شرک کی تمام قسموں سے حفاظت، خاص طور سے شرک اصغر اور شرک خفی جس سے اکثر غفلت ہو جاتی ہے، نیز دیگر عقائد واعمال جو توحید کے منافی یا اسے کمزور کرنے والے ہیں، پھر واجبات پر عمل کرنے، پنج وقتہ باجماعت نماز کی ادائیگی، والدین کے ساتھ اچھا سلوک، صلہ

---

(۱) الروح / ابن القیم ص ۷۹۔

رحمی، بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے، تمام چھوٹے بڑے حرام اور منکر کاموں سے اجتناب کرنے، پھر سنتوں اور اطاعتوں پر عمل پیرا ہونے کے بارے میں محاسبہ کرے گا۔

۳- محاسبہ کی قسمیں:

بقول امام ابن قیم رحمہ اللہ محاسبہ کی دو قسمیں ہیں: ایک عمل سے پہلے دوسری اس کے بعد:

پہلی قسم: کسی کام کا قصد و ارادہ کرتے وقت ٹھہر کر محاسبہ کرے اور عمل کرنے میں جلدی نہ کرے، یہاں تک کہ اس کے چھوڑنے پر بجا آوری کا پہلو غالب آجائے۔

دوسری قسم: عمل کرنے کے بعد نفس کا محاسبہ کرنا۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

۱- اطاعت و فرمانبرداری پر نفس کا محاسبہ جس میں اللہ کے حق میں کوتاہی کی ہے اور اسے مناسب طریقہ سے ادا نہیں کیا ہے۔

۲- ہر اس کام پر اپنے نفس کا محاسبہ کرے جس کا چھوڑ دینا اس کے کرنے

(۱) اغاثۃ اللھفان / لابن القیم ۱/ ۱۳۴، ۱۳۵۔

سے بہتر تھا۔

۳- ہر مباح وعام کام پر اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ کس لئے کیا ہے؟ کیا اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے لئے کیا؟ یا اس کا ارادہ دنیا تھا؟(۱)

۴- وقت کا محاسبہ:

محاسبہ کی قسموں میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان وقت سے استفادہ کے لئے اپنے نفس کا محاسبہ کرے جو اس کی عمر اور اصل سرمایہ ہے، کیا اس نے اسے بھلائی، نیک کام اور مسلمانوں کے فائدے میں صرف کیا ہے، یا اس کے برعکس خطاؤں اور گناہوں نیز لہو ولعب اور غفلت میں گزار دیا ہے؟ اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: "لاتَزُولُ قَدمَا عَبْدٍ يَومَ القِيَامَةِ حَتّى يُسأَلَ عَنْ أَربَعٍ: وَمِنهَا: عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاه، وَعَن شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ..."(۱)

(بندہ کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹ سکتے جب تک کہ چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے) اسی میں سے (اس کی عمر کے متعلق کہ اسے کہاں گزارا اور اس کی جوانی کے بارے میں کہ کہاں صرف کیا)

اسلاف کرام رضی اللہ عنہم اپنے اوقات کے لئے بیحد حریص ہوتے تھے

---

(۱) اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

کیونکہ وہ سب سے زیادہ اس کی قیمت سمجھتے تھے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میں نے ایسی قوموں سے ملاقات کی ہے جو اپنے وقت کے لئے تمہارے دینار ودرہم سے زیادہ حریص تھے“(۱)۔

۵- حساب اکبر کی یاد:

مسلمان کے محاسبہ کے لئے جو چیز معاون ہے وہ اس بات سے آگاہی کہ اللہ تعالی بروز قیامت بندوں کا انتہائی دقیق حساب لے گا اور کی ہوئی تمام نیکیوں اور برائیوں کے بارے میں سوال کرے گا، اس دن انسان دیکھے گا کہ اس کے تمام اعمال شمار کرکے رکھے گئے ہیں کوئی چیز بھی اس میں سے فوت نہیں ہے خواہ رائی کے برابر ہی کیوں نہ ہو(۲)۔

حسن بصری رحمہ اللہ اسی کے بارے میں فرماتے ہیں: ”مومن بندہ اپنے نفس کا نگراں ہے، اللہ کے لئے اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، کچھ لوگوں کے لئے بروز قیامت حساب ہلکا ہوگا، کیونکہ انہوں نے اپنے نفس کا محاسبہ دنیا ہی میں کر لیا ہوگا، اس کے برعکس کچھ دوسرے لوگوں کے لئے حساب سخت ہوگا کیونکہ

---

(۱) الوقت / لیوسف القرضاوی ص ۱۲۔

(۲) منہج المسلم في تزكية النفس / د. أنس أحمد كرزون ۱ / ۳۴۲۔

انہوں نے اپنا محاسبہ ترک کر دیا تھا"(۱)۔

دوسرا طریقہ: تمام گناہوں سے توبہ:

علماء کا خیال ہے کہ: نظری محاسبہ اور انسان کی اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معرفت کے بعد عملی جامہ پہنانے سے پہلے ترک کرنے کا دور آتا ہے، تمام گناہوں، عیوب اور فکری و عملی اور اخلاقی کوتاہیوں سے توبہ کرے اور مسلمان اللہ کی قربت ورضا کی ضرورت محسوس کرے، اور یہ بات تمام گناہوں اور کوتاہیوں کو چھوڑے بغیر نہیں آسکتی۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "گناہوں سے فوراً توبہ کرنا واجب ہے اسے موخر کرنا جائز نہیں، چنانچہ جب بھی بندہ تاخیر کرے گا تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور جب گناہ سے توبہ کرلے تو اس پر دوسری توبہ باقی رہ جاتی ہے اور وہ توبہ میں تاخیر کی توبہ ہے!! یہ بات توبہ کرنے والوں کے دلوں میں کم آتی ہے اس سے صرف عام توبہ ہی نجات دے سکتی ہے جو تمام معلوم اور غیر معلوم گناہوں سے کی جائے(۲)۔

---

(۱) ادب النفوس / للإمام أبي بکر الآجری ص ۲۸۔

(۲) مدارج السالکین / لابن القیم ۱/ ۲۷۲-۲۷۳۔

جس طرح گنہگار توبہ کرنے اور اللہ کی جانب رجوع کرنے کا محتاج ہے بالکل اسی طرح اطاعت گزار اور بااستقامت لوگ بھی اس کے ضرورتمند ہیں...... اب اگر کوئی یہ گمان کر بیٹھتا ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں جس کے لئے وہ توبہ کرے، یا وہ خود کو توبہ سے بے نیاز سمجھتا ہے وہ لغزش کھا گیا اور غرور و تکبر میں پڑ گیا، اور وہ اس بیجا خود اعتمادی کے جال میں پھنس گیا جسے اس کے دشمن شیطان نے بچھایا ہے تاکہ وہ اس بڑی قلبی معصیت کے بعد بڑی کوتاہیوں اور بے شمار گناہوں میں پھنستا اور لڑھکتا چلا جائے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسی سلسلے میں فرماتے ہیں: "بندہ ہمیشہ اللہ کی نعمت میں رہتا ہے جس میں اس کے لئے شکر کی ضرورت ہے اور ایسے گناہ میں ہوتا ہے جس میں مغفرت طلبی کا محتاج ہوتا ہے یہ دونوں چیزیں بندے کے ساتھ ہمیشہ لازم ہوتی ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ کی نعمتوں سے بہرہ ور رہتا ہے اور ہمیشہ توبہ واستغفار کا محتاج رہتا ہے اسی وجہ سے تمام انسانوں کے سردار امام المتقین محمد ﷺ ہر حال میں اللہ سے مغفرت طلب کیا کرتے تھے(۱)۔

یہیں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گناہ اور معاصی اللہ سے قلبی لگاؤ کے

---

(۱) مجموع الفتاوی / لابن تیمیہ ۱۰ / ۸۸۔

ختم کرنے، اسے کمزور کرنے، بھلے اور نیک عمل کی خواہش کمزور کرنے، اس کی بجا آوری اور اس پر مداومت سے محرومی کے عظیم اسباب میں سے ہیں جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے مسلمان کو اپنے نفس کی کامل ایمانی اور علمی تربیت میں کمزور پاتے ہیں بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس کے بارے میں وہ سرے سے غور و فکر ہی نہیں کرتا ہے حالانکہ وہ اس کا سخت ضرورتمند ہے۔

اللہ تعالی توبہ پر ابھارتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوبَةً نَّصُوحاً﴾ التحریم:۸۔

(اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يبسطُ يَدَهُ بِاللَّيلِ لِيَتُوبَ مُسِيّءُ النَّهَارِ وَيبسطُ يَدَه بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيّءُ اللَّيلِ حَتّى تَطلُعَ الشَّمسُ مِن مَغرِبِهَا"(۱)۔

(اللہ تعالی رات میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں برائی کرنے والے کی توبہ قبول کرلے اور اپنا ہاتھ دن میں پھیلاتا ہے تاکہ رات میں برائی کرنے والے کی توبہ قبول کرلے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہونے لگے)۔

---

(۱) مسلم۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "وَإِنِّي لأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي اليَومِ مِائَة مَرَّة"[1] (بیشک میں اللہ کی بارگاہ میں ہر روز سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں)۔

اور ایک روایت میں ہے: "أَكثَرَ مِن سَبْعِينَ مَرَّة"[2] ستر بار سے زیادہ۔

نفس میں اس وسیلہ کی تربیتی تاثیر پیدا کرنے کے لئے ہم بعض توجیہات کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

۱- گناہوں کی حقیقت:

آج کل بہت سے مسلمانوں کے ذہن میں جو غلط مفہوم پیدا ہو گیا ہے اس کی تصحیح کرنا بہت ہی ضروری ہے وہ یہ کہ گناہ صرف برائیوں کے ارتکاب کا نام ہے جیسے چوری، زنا، اور چغلخوری وغیرہ، یہ مفہوم سراسر غلط ہے، کیونکہ شرعی واجبات کو نہ ادا کرنا، یا اس میں کوتاہی کرنا اور کامل طور پر نہ ادا کرنا یہ بھی گناہ ہے، مثلاً نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنے میں کوتاہی کرنا یا باجماعت ادا کرنے میں سستی کرنا یا اس کے اندر خشوع و خضوع کی قلت یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ نہ انجام دینا یا دعوت الی اللہ میں لاپرواہی برتنا، یا مسلمانوں کے معاملات و حالات سے بے توجہی برتنا اسی طرح کے دیگر واجبات و فرائض ج

(۱) مسلم (۲) بخاری

کثر بیشتر فراموش کر دئے جاتے ہیں۔

اسی طرح دل سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے گناہ جو ظاہری اعمال سے
زیادہ سخت ہیں مثلاً حسد، گھمنڈ، خود فریبی، عملی غرور یہ ساری چیزیں سچے اور
پر خلوص توبہ کی محتاج ہیں۔

۱- توبہ کی شرطیں:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ خالص توبہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ”خالص
پختہ توبہ جو سابقہ تمام برائیوں کو مٹا دے اور جو برے کام کر رہا تھا اس سے
سے روک دے، یہ ہے کہ اس گناہ کو ترک کر دے، ماضی میں جو کچھ ہو چکا اس
پر شرمندہ ہو اور اسے آئندہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرے“

۲- ساری زیادتیاں گناہ ہیں:

پختہ ایمان والے اور اللہ تعالی کی حقیقی خشیت رکھنے والے مسلمان کے
نزدیک گناہ کبیرہ جن سے توبہ ضروری ہے اور چھوٹے گناہ جن پر سستی برتنا
ممکن ہے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اس کے نزدیک سارے گناہ
زیادتی اور اللہ کے حقوق میں کوتاہی ہے، جیسا کہ کسی سلف نے کہا ہے: ”گناہ کا

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۴/ ۴۱۸۔

چھوٹا ہونا مت دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ تم نے کس کی نافرمانی کی ہے!!" پھر یہ بھ
دیکھو کہ کتنے گناہ کبیرہ ایسے ہوتے ہیں جنہیں توبہ اور اللہ کی جانب سچی انابت
چھوٹا کر دیتی بلکہ مٹا دیتی ہے، اور بہت سے چھوٹے گناہ اصرار کرنے او
لاپرواہی برتنے سے بڑے ہو جاتے ہیں اسی کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے
جسے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

" إِيّاكُمْ وَمُحقّرَاتِ الذّنُوب، فَإِنّمَا مثل مُحقرَاتِ الذّنُوب كَمَثلِ قَومٍ نَزَلُو بَطن وَادٍ، فَجَاءَ ذَا بِعُود، وَجَاءَ ذَا بِعُود، حَتّى حَمَلُوا مَا أَنضَجُوا بِهِ خُبْزَهُم وَإِنّ مُحقرَات الذّنُوب مَتَى يُؤخَذ بِهَا صَاحِبهَا تُهلِكه"[1]۔

(معمولی معمولی گناہوں سے بچو، معمولی گناہوں کی مثال ان لوگوں جیسی
ہے جو کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتے ہیں ان میں کا ایک شخص ایک لکڑی لے آتا ہے
اور دوسرا شخص بھی ایک لکڑی لے آتا ہے اس طرح انہوں نے اتنی لکڑیاں
اکٹھا کر لیں کہ اس سے انہوں نے اپنی روٹیاں پکا لیں، اسی طرح معمولی گناہ
اگر اس کے مرتکب کا مواخذہ ہو گا تو اسے ہلاک کر دے گا)

---

(۱) اسے امام احمد نے روایت کیا ہے ۵/۳۳۱۔

۴-دنیاوی سزائیں:

ایسے گناہ جن سے گناہ گار آدمی توبہ نہیں کرتا ہے تو اسے آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اس کی سزا مل جاتی ہے اگرچہ تھوڑی تاخیر سے، لہذا جب بھی ہمیں کوئی مصیبت آئے تو یہ محسوس کرنا چاہئے خواہ وہ مصیبت اپنے نفس میں، یا مال میں، یا اہل و عیال، یا کاروبار میں لاحق ہو خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، اس کی بابت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی وہ حکمت یاد کرنی چاہئے انہوں نے فرمایا کہ: "جب میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہوں تو اس کا اثر اپنی بیوی کے اخلاق اور اپنی سواری پر دیکھتا ہوں" اسی سے اس انسان کی ذہانت و عقلمندی ظاہر ہوتی ہے جو ہمہ وقت اور ہر حال میں بکثرت توبہ واستغفار کرتا رہتا ہے تاکہ اللہ اسے دنیا میں معاف کردے اور آخرت میں بھی اس کا مواخذہ نہ کرے۔

۵-دشمن کے بعض مکروفریب:

یہاں ہمیں ہر مسلمان مرد و عورت کو شیطان کے مکروفریب اور ہر طریقہ سے دھوکہ دینے میں بے پناہ کوشش سے آگاہ کرنا شاید ضروری نہیں، اس کی کوشش یہ بھی ہوتی ہے کہ ہم کو توبہ کرنے اور اللہ تعالی کی جانب رجوع کرنے کو اپنے دلائل کے ذریعہ موخر کردے، اس کی بعض دلیلیں یہ ہوتی ہیں: ابھی

عمر بہت باقی ہے، موت بہت دور ہے!! لیکن عقلمند وہ ہے جو موت کے آنے سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرتا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ موت کب آجائے گی؟ ممکن ہے گھر سے نکلے اور کسی ٹریفک حادثہ کا شکار ہو جائے اور اس طرح کبھی نہ لوٹے، یا سوئے اور بیدار نہ ہو یا اچانک موت آکر دبوچ لے اور وہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے درمیان بیٹھا ہو، اور اس وقت شرمندگی اور ندامت سے انگلیاں چبائے جب اس ندامت وپشیمانی کا وقت نکل چکا ہوگا۔

اسی کے بارے میں حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کچھ لوگوں کو مغفرت کی آرزوؤں نے دھوکے میں ڈال دیا ہے، وہ اس دنیا سے بغیر توبہ کئے کوچ کر گئے، کوئی کہتا ہے: ہمیں اپنے رب سے اچھی امیدیں ہیں حالانکہ وہ جھوٹا ہے! کیونکہ اگر حسن ظن رکھتا تو نیک عمل کرتا!"(۱)

تیسرا طریقہ: حصول علم اور معرفت کی توسیع:

حصول علم اور معرفت میں اضافہ نفس کی بہترین تربیت اور صحیح رہنمائی کرنے کا بہت اہم راستہ اور ضروری وسیلہ ہے، اور بندہ اپنے نفس کی صحیح تربیت کیسے کر بھی سکتا ہے جبکہ وہ حلال وحرام حق وباطل اور عقائد وافکار کے صحیح

---

(۱) الجواب الکافی / لابن القیم ص ۲۶۔

وغلط سے ناواقف ہے؟ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ جان رکھو کہ علم کا حاصل کرنا فرض ہے اور یہ علم مریض دلوں کی شفا ہے بندہ پر سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کی معرفت حاصل کرے جس کی معرفت اور اس پر عمل کرنا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے''[1]۔

جس علم کے ذریعہ تربیت حاصل ہو سکتی ہے وہ قرآن وسنت اور اسلاف کرام کی آراء سے ماخوذ شرعی علم ہے جو اللہ کی مراقبت وخشیت اور اس کے تقویٰ تک پہونچاتا ہے، اس کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کے احکام وحدود کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرتا ہے[2] اس کے ساتھ کچھ جانبی علوم بھی ہیں، جو اس تربیت میں مددگار اور اس کی تکمیل وتحسین میں معاون ہیں، جیسے علم سائیکلوجی، شوسل ایجوکیشن وغیرہ مفید عصری علوم۔

تربیت کے مسئلہ میں علم کی اہمیت وافادیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے اور یہ کہ دونوں ایک دوسرے سے مرتبط اور لازم ملزوم ہیں، ابن مبارک

---

(۱) حاشیۃ ثلاثۃ الاصول / للشیخ عبد الرحمٰن القاسم ص ۱۰۔

(۲) ورثۃ الانبیاء / لعبد الملک القاسم۔

رحمہ اللہ سے جب سوال کیا گیا: کب تک حدیث لکھتے رہو گے ؟ تو فرمایا: ممکن ہے وہ کلمہ جس سے میں مستفید ہوں ابتک نہ سن سکا ہوں!!

محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہمارے سامنے سے احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا گذر ہوا وہ بغداد کی گلیوں میں اپنی جوتیاں ہاتھوں میں اٹھائے ایک حلقہ سے دوسرے حلقہ کی طرف دوڑ رہے تھے، تو میرے والد اٹھے اور ان کا گریبان پکڑ کر کہا: اے ابو عبداللہ کب تک علم حاصل کرتے رہو گے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ”مرتے دم تک“(۱)

اس لئے نفس کی صحیح تربیت کے لئے علم کا حصول بڑا اہم وسیلہ ہے، اس کے بہت سے طریقے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- ہفتہ واری علمی دروس میں مسلسل حاضری جسے علماء کرام مسجدوں میں پیش کرتے ہیں۔

۲- ان علمی اور تربیتی پروگراموں میں شرکت جو مسجدوں، سماجی اور خیراتی اداروں میں منعقد کئے جاتے ہیں۔

۳- مختلف علوم وفنون کے علمی وثقافتی مطالعہ کی رغبت خواہ وہ قدیم کتابیں ہوں

---

(۱) شرف أصحاب الحدیث ص ۶۸۔

یا نئی اور اس کے لئے منظّم لائحۂ عمل مرتب کرے۔

۴- علماء کرام، ادباء اور مہذب لوگوں سے ان کے علم، اور تجربوں سے مستفید ہونے کے لئے ملاقات کرے اور ان کے ساتھ علمی وفکری موضوعات پر مناقشے اور گفتگو کرے۔

۵- مختلف علوم وفنون کے علمی دروس اور پروگراموں کی کیسٹیں سننا۔

۶- مملکت سعودی عرب کے تلاوت قرآن کریم کے ریڈیو پروگرام سنے اور اس کے اچھے پروگراموں سے مستفید ہو۔

۷- سیڈی (CD) اور انٹرنیٹ میں موجودہ علمی اور ثقافتی پروگراموں سے استفادہ کرے۔

۸- اچھے ڈائجسٹوں اور اخبارات کے ذریعہ اسلامی دنیا اور مسلمانوں کے حالات سے آگاہی حاصل کرے۔

۹- ان درسی پروگراموں سے استفادہ کرے جسے علماء کرام اور اور اساتذہ کالجوں، معاہد اور مدرسوں میں پیش کرتے ہیں۔

اس وسیلہ کے متعلق بعض توجیہات ہیں جن سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

اَ- طلب علم میں اخلاص کی ضرورت درکار ہے، اسے سیکھنے میں اللہ کی

خوشنودی مقصود ہو تاکہ اللہ اسے قبول فرمائے اور نفع بخش بنائے۔

ب - طلب علم میں استمرار اور مختلف وسائل اور طریقوں سے علم وعرفان میں اضافہ کرنا، خواہ انسان کے پاس کتنی بھی اونچی ڈگری ہو علم حاصل کرنے میں توقف نہ کرے۔

ج - اس علم کو اپنے اوپر نافذ کرے اور اس پر عمل پیرا ہو تاکہ مسلمان اپنی زندگی کے تمام ایمانی، اخلاقی اور سماجی پہلوؤں میں مثالی نمونہ بنے۔

د - اللہ کی جانب دعوت دیکر، لوگوں میں اسے پھیلا کر اور ہر اسلوب وطریقہ اور حکمت ودانائی سے لوگوں میں اس کو رواج دیکر اس علم کا حق اور اس کی زکاۃ ادا کرے۔

چوتھا طریقہ: ایمانی اعمال کی تطبیق:

اس اسلوب کی بہت ساری قسمیں اور متعدد طریقے ہیں اور تزکیہ نفس میں یہ بیحد موثر ہے، کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی عملی تطبیق ہے ہدایت واستقامت کی طلب کرنے والے کی سچائی کے معیار کی جانچ اس سے ہو سکتی ہے، اور اپنے نفس کی تربیت واصلاح میں پُر خلوص رغبت کی واضح دلیل ہے۔

اس کے بے شمار میدان ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:

۱-واجب عبادتوں کی بہترین طریقہ سے ادائیگی، مثلاً:

اَ-مردوں کا خشوع و خضوع اور اطمینان قلب کے ساتھ پنج وقتہ نمازوں کی مسجد میں باجماعت ادا کرنے پر پابندی کرنا۔

ب-ہر فرض نماز میں تکبیر تحریمہ پانے کی کوشش کرنا۔

ج-رمضان المبارک کے مہینہ کا روزہ تمام محرمات اور منکرات سے بچتے ہوئے رکھنا۔

د-جب حج کے اسباب میسر ہو جائیں اور اس کی طاقت ہو تو اسے ادا کرنے میں جلدی کرنا۔

۲-بکثرت نفلی عبادتیں کرنا، مثلاً:

اَ-روز آنہ سنن رواتب ادا کرنے کی پابندی۔

ب-نماز وتر کی ادائیگی پر مواظبت برتنا خواہ ایک ہی رکعت ہو۔

ج-نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک ذکر واذکار اور تلاوت قرآن کے لئے مسجد میں بیٹھنا اور دو رکعت نماز پڑھنا۔

د-چاشت کی نماز کی پابندی۔

ھ- کچھ تہجد کی نماز پڑھنا خواہ چند ہی منٹ سہی۔

و- ایام فاضلہ کا روزہ رکھنا جیسے شوال کے چھ روزے، عرفہ کا روزہ، عاشوراء کا روزہ، دوشنبہ، اور جمعرات کے دن کا روزہ۔

ز- کار خیر اور رفاہی کاموں میں صدقہ و خیرات کرنا خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

۳- ذکر واذکار کا اہتمام کرنا:

مسلمان کے نفس کی تربیت میں ذکر واذکار اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے بڑا اونچا مقام رکھتا ہے اس کے کئی درجے ہیں، سب سے اعلی مرتبہ دل وزبان کے ذکر کا ہے، پھر دوسرا درجہ: جو صرف دل سے ہو، تیسرا درجہ: جو صرف زبان سے ہو۔

ذکر کی مختلف قسمیں ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱- قرآن کریم کی تلاوت، یہ ذکر کی سب سے افضل قسم ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس کا ہر روز ورد رکھنا چاہئے، جتنی بھی مشغولیت ہو فوت نہ ہونے پائے، مثلاً چار صفحہ سے شروع کرے اور ہر مہینہ ایک صفحہ بڑھاتا رہے یہاں تک کہ ایک عرصہ بعد یومیہ ایک پارہ تک پہنچ جائے اور پھر اسی

پر پوری زندگی ثابت قدم رہے۔

۲-احوال ومناسبات کے اذکار، مثلاً: گھر میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا، کھانا شروع کرنے سے پہلے اور فارغ ہونے کے بعد کی دعا، کپڑا پہننے، چاند دیکھنے اور نزول بارش کی دعا وغیرہ۔

۳- صبح وشام کی دعائیں: یہ وہ دعائیں ہیں جو دن ورات کے ابتدائی حصہ میں پڑھی جاتی ہیں مثلاً: آیۃ الکرسی، سورۃ الاخلاص، اور معوذتین، (تین بار) سید الاستغفار اور اس کے علاوہ معروف اذکار اور دعائیں۔

۴- متعینہ عدد والی دعائیں جس طرح احادیث صحیحہ میں ان کی عدد اور فضیلت ثابت ہے، مثلاً:

"لَا إِلَه إِلّا اللّه" دس مرتبہ یا سو مرتبہ۔

فرض نماز کے بعد "سُبحَانَ اللّه" "الحَمدُ لِلّه" اور "اللّه أكبَر" تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھنا، اور سو کی عدد پوری کرنے کے لئے "لَا إِلَه إِلّا اللّهُ وَحدَه لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلكُ وَلَه الحَمدُ وَهُوَ عَلَى كُلّ شَيءٍ قَدِير" پڑھنا۔

"سُبْحَانَ اللّه وَبِحَمدِهِ" سو مرتبہ پڑھنا۔

۵- مطلق دعائیں: یہ وہ دعائیں ہیں جو کسی جگہ، وقت اور حالت کے لئے

مخصوص نہیں ہیں جیسے "سُبْحَانَ اللّٰه، وَالحَمْدُ لِلّٰه، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه، وَاللّٰه أَكبَر، وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰه" وغیرہ کہنا۔

اس وسیلہ کے متعلق بعض اہم توجیہات ذکر کردینا ہم مناسب سمجھتے ہیں، چند یہ ہیں:

۱- پنج وقتہ نمازوں کی اہمیت:

پکا سچا مسلمان پنج وقتہ نمازوں کی مسجد میں جماعت کے ساتھ پابندی سے ادائگی کرتا ہے، اور اسے اس کے ارکان، واجبات، سنن اور وقت کا خیال رکھتا ہے، اور ان باتوں سے اجتناب کرتا ہے جس میں بعض لوگ پڑے رہتے ہیں، مثلاً فرض نماز چھوڑ کر سنتوں اور دوسری اطاعتوں کا اہتمام یا بے فائدہ لہو ولعب میں مشغول رہنا یا دیر تک شب بیداری جس کی وجہ سے یہ فریضہ نمازیں خصوصاً نماز فجر وقت پر نہیں ادا کرپاتے، اسی طرح پکا سچا مسلمان تکبیر تحریمہ کے پانے کی کوشش کرتا ہے جس سے بہت سے نمازی غافل ہوتے ہیں۔

۲- عادات وعبادات:

ان عبادتوں کا مقام ومرتبہ ہمیں اس قدر بلند کرنا چاہیے کہ ناخوشگوار

روایتی عادات بن کر نہ رہ جائیں، مردہ لاش کے مانند، اقوال اور مردہ حرکات کے ذریعہ ادانہ کی جائے، بلکہ حددرجہ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے، ہم اسے اپنے دل وروح سے ادا کریں، اس کے معانی اور بلند وبالا مقاصد کو سمجھتے ہوئے، خشوع وخضوع اور صدق واخلاص سے ادا کریں، تاکہ ہمارے دل اور زندگی میں ایسی تاثیر پیدا ہو جو ہمارے اعضاء اور سلوک پر ظاہر ہو، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤمِنُونَ الَّذِينَ هُم فِي صَلَاتِهِم خَاشِعُونَ﴾ المؤمنون: ۱، ۲۔

(یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں)

۳۔ صرف معرفت کافی نہیں:

کیا یہ درست ہے کہ ہمارا حصہ ان اعمال صالحہ میں یہ ہو کہ ہم بغیر ادائگی وعمل کرے صرف ان کے فضائل وثواب کو جانیں؟ میں نہیں سمجھتا کہ جس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور جنت الفردوس کی خواہش ہوگی وہ ایسا کبھی کرے گا، بلکہ وہ ہر میدان وعمل میں سبقت کرنے والا اور ہر بھلائی واطاعت میں پیش قدمی کرنے والا دکھائی دے گا، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُم وَجَنَّةٍ عَرضُهَا كَعَرضِ السَّمَاءِ وَالأَرضِ

﴿أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ الحديد: ٢١۔

(دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں)

اس انوکھی حکمت سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے "اگر تم سے ہو سکے کہ اللہ کی جانب کوئی تم سے سبقت نہ کر سکے تو کرو اور آگے بڑھو"۔

۴- ہم اللہ کا ذکر نہ بھولیں:

واجبات کی ادائیگی کے بعد سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ مسلمان کی زبان ہر جگہ، ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کے ذکر و تسبیح واستغفار اور مختلف قسم کی دعاؤں سے تر رہے، خواہ گھر میں ہو یا گاڑی میں یا شاہراہ پر اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاذْكُر رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلَا تَكُن مِنَ الْغَافِلِينَ﴾ الأعراف: ٢٠٥۔

(اور اے شخص! اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں سے مت ہونا)

۵- نشاط و تندرستی کے اوقات غنیمت سمجھنا:

آدمی کا نفس کبھی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہوتا ہے اور کبھی اس سے راہ فرار چاہتا ہے، چالاک و بردبار وہ شخص ہے جو اپنی صحت و تندرستی اور فراغت کے اوقات کو اطاعت و فرمانبرداری اور بکثرت نوافل کی ادائیگی میں صرف کرتا ہے، اسی لئے حدیث میں ہے: **"اغْتَنِم خَمْساً قَبْلَ خَمسٍ، شَبابَكَ قَبلَ هَرَمك، وَصِحّتَك قَبلَ سقْمكَ، وَغناكَ قَبلَ فَقْرك، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغلكَ، وَحَيَاتكَ قَبْلَ مَوتكَ"**(۱)۔

(پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، تونگری کو تنگدستی سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے)

٦- پاکیزہ اوقات اور مقدس جگہوں سے استفادہ:

اللہ تعالی نے بعض اوقات اور جگہوں کو خاص فضل و کرم بخشا ہے، اور اسے اپنی رحمتوں کے نزول اور دعاؤں کی مقبولیت کا مقام بنایا ہے، اس لئے مسلمان کو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جیسے رمضان المبارک کا مہینہ، ذی

---

(۱) اسے امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے ۴/ ۳۰٦، اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

الحجہ کے دس دن، جمعہ کے روز کی آخری گھڑی، رات کا تیسرا پہر وغیرہ،
حدیث میں ہے: "إِنَّ فِي اللَّيلِ سَاعَةَ لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسلِم يَسأَل اللّهَ تَعَالَى خَيراً مِن أَمْرِ الدُّنيَا وَالآخِرَةِ إِلّا أَعطَاهُ إِيَّاه وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَة"(۱)

(رات میں ایک ایسی گھڑی ہے جسے کوئی بھی مسلمان پاکر اس میں دنیا و آخرت کی کوئی بھی بھلائی مانگتا ہے تو اللہ تعالی اسے عطا کر دیتا ہے اور اسی طرح ہر رات ہوتا ہے)

۷-اعتدال کی ضرورت:

ان عبادتوں اور اطاعتوں میں مسلمان کو کوشش کرنی تو چاہئے مگر اعتدال کے ساتھ، اس لئے کہ بعض عبادتوں کا اہتمام کرنا اور دوسری سے غفلت برتنا درست نہیں ہے، بلکہ حسب طاقت و فرصت تمام عبادتوں پر عمل کرنا چاہئے تاکہ کامل بندگی کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

ابن قیم رحمہ اللہ لوگوں کے لئے اللہ کی جانب پہنچنے کے راستے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: "کوئی اللہ کی طرف چلنے والا ایسا ہوتا ہے جو ہر راستہ سے پہنچ جاتا ہے یہ وہ شخص ہوتا ہے جس نے اس کی بندگی کو اپنے دل کا قبلہ،

---

(۱) صحیح مسلم۔

اور اپنا نصب العین بنا رکھا ہے، جہاں کہیں ہوتا ہے اور جہاں بھی جاتا ہے اسی کا قصد کرتا ہے اور اسی کے ساتھ چلتا ہے، ہر جماعت کے ساتھ اپنا حصہ مقرر کر لیتا ہے، جہاں بھی عبودیت پائی جائے وہیں وہ ہوتا ہے، اگر علم کا مسئلہ ہے تو اہل علم کے ساتھ، جہاد کا معاملہ ہے تو مجاہدوں کی صف میں، نماز کا معاملہ ہے تو نماز ادا کرنے والوں میں، ذکر کا مسئلہ ہے تو ذکر کرنے والوں کے ساتھ، احسان و نفع کا معاملہ ہے تو محسنین کے زمرہ میں نظر آتا ہے، ہر جگہ عبودیت اس کا مذہب ہوتا ہے اور عبودیت کا خیمہ اس کا مقصود ہوتا ہے اگر اس سے پوچھا جائے: کہ تم کیسا عمل چاہتے ہو؟ تو کہے گا میں اپنے رب کے اوامر کی بجا آوری چاہتا ہوں خواہ کہیں بھی ہو"(۱)

پانچواں طریقہ: اخلاقی پہلو کا اہتمام:

اسلام نے اخلاق حسنہ پر حد درجہ توجہ دی ہے اور اپنے تمام اوامر ونواہی اور عبادت وفرمانبرداری کی نفس وزندگی پر مثبت تاثیر کے لئے اس پر ترکیز کی ہے، خصوصاً اللہ کے حقوق کے سلسلے میں، اللہ تعالی کا تقوی اس کی خشیت اس سے محبت وانسیت اور حقوق العباد میں لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش

---

(۱) طریق الھجر تین ص ۱۷۸-۱۷۹ مختصراً، نیز دیکھئے: الفوائد / لابن القیم ص ۳۸۔

آنا اور ان کے ساتھ احسان کرنا ہے، کیونکہ (دین معاملہ کا نام ہے)۔

اللہ تعالی مختلف اخلاق واقدار پر ابھارتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿إِنّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ الحجرات: ۹۔

(بیشک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

نیز فرمایا: ﴿وَاللّهُ يُحِبّ الْمُحسِنِينَ﴾ آل عمران: ۱۴۸۔

(اور اللہ تعالی نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے)

اور فرمایا: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادفَعْ بِالّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإذَا الّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَه عَدَاوَةٌ كَأَنّه وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ فصلت: ۳۴۔

(نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست)

اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُوَفّى الصّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيرِ حِسَابٍ﴾ الزمر: ۱۰۔

(صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے)

اور حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَا مِن شَيءٍ أَثقَل فِي مِيزَانِ العَبْدِ المُؤمِنِ يَومَ القِيَامَةِ مِن حُسنِ الخُلق، وَإِنّ اللّه يُبْغضُ الفَاحِشَ البَذِي"(۱)

---

(۱) اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور (حسن صحیح) کہا ہے۔

(قیامت کے دن مومن بندے کے ترازو میں حسن اخلاق سے بھاری چیز کوئی نہ ہوگی اور بیشک اللہ تعالی فحش گو بدزبان سے ناراض ہوتا ہے)

دوسری حدیث میں فرمایا: "إِنّ الْمُؤمِنَ لَيُدرِكُ بِحُسنِ خُلقِهِ دَرجَةَ الصّائِمِ القَائِمِ!!"(۱)

(بیشک مومن بندہ حسن اخلاق کے ذریعہ قیام اللیل کرنے والے روزہ دار کا اجر پالیتا ہے)۔

یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں حسن اخلاق تربیتی وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے وہیں اس تربیت کی غرض وغایت بھی ہے، اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ خود کو اخلاق حسنہ سے مزین کرے، جس کی ہمارے دین عظیم نے دعوت دی ہے جیسے بردباری، صبر، محبت، خاکساری، سخاوت، غمخواری، سچائی، امانت داری، عدل، تحمل ایذاء، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، تنگدست فقیر ومظلوم کی مدد کرنا، تاکہ اس اسلامی معاشرہ کا ہر فرد محبت وشفقت کی فضا میں زندگی گذارے، اور ان کے درمیان سعادتمندی، محبت، اعتماد، احترام، اور شفقت ومحبت کا تعلق وربط ہو۔

---

(۱) اسے امام ابوداود نے روایت کیا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دین کل کا کل اخلاق ہے، جو تم پر اخلاق میں بڑھ گیا اس نے تم پر دین (ایمان) میں فوقیت حاصل کرلی(۱)۔

ابن رجب رحمہ اللہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان: "وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ تقوی کی خصلتوں میں سے ہے اور تقوی بغیر اس کے مکمل ہی نہ ہوگا، اور اس کی توضیح کی ضرورت کے پیش نظر اسے تنہا ذکر کیا گیا، کیونکہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ تقوی صرف حقوق اللہ کی ادائیگی کا نام ہے، حقوق العباد کا اس سے کوئی تعلق نہیں !!...... حالانکہ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق پر ایک ساتھ عمل کرنا بہت عمدہ چیز ہے، جس کی صرف انبیاء کرام اور صدیقین ہی طاقت رکھتے ہیں(۲)۔

مسلمان بھائی! تمہاری اخلاقی تربیت کے لئے چند توجیہات پیش خدمت ہیں:

۱- بردباری سے آراستہ ہونا:

یہ ایک عظیم تربیتی بنیاد ہے، جسے ہمارے رسول ﷺ نے زندگی کے مختلف

---

(۱) مدارج السالکین / لابن القیم ۲/ ۳۰۷۔

(۲) جامع العلوم والحکم / لابن رجب الحنبلی ۱/ ۴۵۴۔

پہلوؤں میں تطبیق دینے کے لئے سکھایا ہے، کسی بھی غلط عادت یا بری صفت کی اصلاح، بار بار کوشش کرنے، اور سچی محنت کے ذریعہ ہوتی ہے، کیونکہ کسی مسلمان کا یہ کہہ کر کہ یہ اس کی عادت اور طبیعت ہو چکی ہے جو بدلی نہیں جا سکتی، اخلاق سیءہ سے متصف ہونا نا قابل قبول ہے؛ اس لئے کہ اگر ہر برے اخلاق والا شخص یہی کہتے ہوئے اسے نہ بدلنے کی دلیل پیش کرے تو پھر اوامر ونواہی، عقل وارادہ اور ترغیب وترہیب کا اسلام میں کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا۔

۲- گندے اخلاق سے دل کو پاک کرنا:

یہ چیز اسلام میں بلندیٔ اخلاق میں سے ہے، اس لئے کہ اگر مسلمان دوسروں کو نفع پہونچانے ان کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے اور ان سے اخلاق و آداب سے پیش آنے کی طاقت نہیں رکھتا تو کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے کہ صبح وشام اس کا دل کینہ کپٹ، کبر وحسد اور تمام برے اخلاق سے پاک ہو۔

۳- اخلاقی کمال وترقی:

بہت سے مسلمان مزید اخلاق و آداب سے آراستہ ہونے یا اس کے اعلی درجات تک پہنچنے سے یہ کہتے ہوئے رک جاتے ہیں کہ ان کے اخلاق مکمل ہیں، اور ان کی صفات بلند ہیں، جب کہ یہ بالکل درست نہیں ہے، کیونکہ وہ

اخلاق اور مراتب جس کی ہمیں اسلام نے دعوت دی ہے ان کی وسعت و گہرائی کا احاطہ نا ممکن ہے، اگر کوئی انسان اپنے آپ سے یہ سوال کرے خاص کر عصر حاضر میں کہ کیا وہ ان تمام صفات سے مکمل اور بہتر طور پر متصف ہے؟ تو اگر وہ سچا ہے تو اس کا جواب سوائے ندامت و پشیمانی کے کچھ نہ ہو گا۔

۴۔ بھلی صحبت:

مسلمان کے اپنے نفس کو اخلاقی تربیت دینے اور اپنی کمی کو پورا کرنے کے موثر وسائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: اچھے اخلاق اور بہتر صفات والوں کی صحبت اختیار کرے، تاکہ ان کے اخلاق و آداب سے فیض یاب اور آراستہ ہو، اس لئے کہ انسان فطری طور پر اپنے ماحول و معاشرے سے متاثر ہوتا ہے، اسی وجہ سے اسلام نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مسلمان نیک اور اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرے، اور انہیں مشک فروش سے تشبیہ دیا ہے اور برے اخلاق والوں سے بچنے کے لئے کہا ہے اور انہیں بھٹی پھونکنے والوں سے تشبیہ دیا ہے۔ اس لئے اے مسلمان! کاش تم بھی نیک صحبت اپناتے، شاید ان میں سے کسی کے اندر ایک ہی اچھا اخلاق یا عمدہ صفت دستیاب ہو جائے جس سے اللہ تمہیں دنیا و آخرت میں عظیم نفع پہنچائے۔

۵- آداب عامہ کی رعایت:

مسلمان کے لئے ان کاموں کا ارتکاب مناسب نہیں جو مروت کے قواعد کے منافی یا لوگوں کے ساتھ معاملات اور ان سے گفتگو کے آداب سے نادانی پر محمول کی جائے، یا انسانی طور طریقہ اور آداب عامہ کے کسی بھی پہلو سے جہالت پر مبنی ہو، خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، جیسے بغیر ضرورت آواز بلند کرنا، یا معمولی سی بات پر غصہ ہو جانا، یا بہت زیادہ بات کرنا اور مذاق کرنا، یا گاڑی کے ذریعہ ٹریفک نظام کی مخالفت کرنا، مثلاً کسی ایسی جگہ کھڑا ہونا جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے یا اس کے علاوہ کوئی دوسری معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ مسلمان سے یہی مطلوب ہے کہ وہ دوسروں کے درمیان خوددار و نمایاں، لطیف احساس اور باادب ہو، کیونکہ امت اسلامیہ کی رفعت خلقی کا نمائندہ ہے، اور ترقی یافتہ تہذیب و ثقافت کی تعمیر کے لئے کوشش کر رہا ہے، اس کے تمام حرکات و سکنات اسلام کے شمار کئے جائیں گے۔

چھٹا طریقہ: دعوتی شرکت:

ذاتی تربیت کے اسالیب میں دعوتی شرکت بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ مسلمان جب اللہ کی جانب دعوت دیتا ہے اور تعلیم و تربیت کے لئے

لوگوں سے ملتا جلتا ہے، تو دوسری جانب وہ خود کو اللہ ورسول کی جانب لبیک کہنے کی تربیت کرتا ہے اسی سے دوسروں کے شعور کا علم اور ان کے حالات کی اہمیت معلوم ہوتی ہے ، اور انہیں کفر و معصیت سے نکالنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے...... اسی طرح وہ بہت سارے اخلاق وعادات سیکھتا ہے جسے اس وسیلہ کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا تھا، اور یہی سب خود اس کے لئے اور غیر کے لئے مقصود و مطلوب ہے۔

دوسری طرف جب مسلمان اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی حالت، اور اکثر لوگوں کے دین و عقیدہ کا نقص، اور عبادتی واخلاقی کمزوری دیکھتا ہے تو ان کی یہ افسوسناک اور تکلیف دہ حالت دیکھ کر حسرت و تکلیف سے دوچار ہو جاتا ہے۔

لیکن کیا اس حالت کی اصلاح کے لئے صرف غم وحسرت کرنا کافی ہے؟ ہم نہیں سمجھتے کہ جس کے دل میں دین کا اخلاص، اور اپنی قوم کے لئے شفقت ہو گی وہ اس پر اکتفا کرے گا، بلکہ ہمارا گمان اور توقع یہ ہے کہ وہ کچھ ایسا قدم اٹھائے گا جس سے وہ خود بری الذمہ ہو جائے ،اور قیامت کے روز حساب سے نجات پا جائے۔

مسلمان کے اس دعوتی تربیت کو بروئے کار لانے، اور اس پر کوشش کرنے کے لئے ہم چند مفید حقائق ذکر کر رہے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ا- دعوت کے وجوب کا احساس:

یہ ایک اہم معاملہ ہے، اس لئے کہ اللہ کی جانب دعوت کے وجوب کی معرفت ہی کے ذریعہ ہر مسلمان اپنے نفس کی دعوتی تربیت کرتا ہے، اور اس کے لئے اس کام کے کرنے کے سلسلے میں نہ تو کوئی عذر چل سکتا ہے اور نہ ہی اسے کچھ اختیار حاصل ہے، ہر کوئی اپنے علم و حالت اور کوشش کے مطابق اس فریضہ کو انجام دے، بہت سی آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے مدد حاصل کرے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ یوسف:۱۰۸۔

(آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ)

اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”مَن دَعَا إِلَى هُدَى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ أُجُورِ مَن تَبِعَه لَا يَنقُص ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِم شَيئاً“(۱)

(۱) مسلم۔

(جس نے کسی ہدایت کی دعوت دی تو اس کے لئے اس کی اتباع کرنے والے کے جیسا اجر ہوگا اور ان کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی)۔

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''مَن رَأَى مِنْكُم مُنكراً فَلْيُغَيّرهُ بِيَدِهِ فَإِن لَم يَسْتَطِع فَبِلِسَانِه، فَإِن لَمْ يَستَطِع فَبِقَلبِهِ، وَذَلِكَ أَضعَفُ الإِيمَان''(۱)

(تم میں سے جو بھی کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹادے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے)۔

۲- ہر فرصت کو دعوت میں صرف کرنا:

اللہ کی جانب دعوت دینا کسی جگہ، وقت یا حال اور مخصوص لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ ہر وقت اور ہر گھڑی ہر طریقہ اور شرعی اسلوب کے ساتھ عام ہے جس سے مطلوب حاصل ہو جائے، اس لئے کسی بھی فرصت یا دعوت واصلاح کی ایمر جنسی حالت کو حقیر سمجھنا مسلمان کے لئے درست نہیں ہے، کون جانتا ہے کہ اس کے ذریعہ کوئی شخص ہدایت یافتہ ہو جائے جس کی داعیہ کو توقع نہ تھی۔

---

(۱) مسلم۔

۳- مداومت اور عدم انقطاع:

تھوڑا عمل جو ہمیشہ کیا جائے اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو منقطع ہو جائے، یہ دعوتی میدان کے لئے ایک ٹھوس بنیاد ہے، بعض مسلمان اپنی زندگی کے بعض اوقات میں خصوصاً جوانی میں دعوت و تبلیغ کی انتہائی محنت کرتے ہیں لیکن چند دنوں اور سالوں کے بعد بعض اسباب کی وجہ سے ان پر دھیرے دھیرے سستی طاری ہونے لگتی ہے - اللہ ایسا نہ کرے - اور وہ سرے سے اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، اس کا اہم سبب:

علمی یا ایمانی پہلو کے التزام میں کمزوری، اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں جن کو ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے۔

۴- دعوت کے بیشمار طریقے ہیں:

داعی کا اپنی رغبت، وقت اور طاقت کے مطابق دور حاضر میں دعوت و تبلیغ کے وسائل کے استعمال کی کوشش اس کی ذہانت و فطانت کی دلیل ہے، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ وہ تمام وسائل استعمال کرتا ہے، خواہ وہ کتنے چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں اور ہر موقعہ سے فائدہ اٹھاتا ہے خواہ کتنا ہی مختصر ہو، لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حریص ہوتا ہے، کیونکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی

تاثیری عظمت سمجھتا ہے، مثلاً: سچی مسکراہٹ، اچھی بات، ہدیہ، کتاب، کسیٹیں، دروس وتقاریر، وغیرہ......

۵- دوسروں کے ساتھ تعاون:

داعی اگر حسب استطاعت علم، وقت اور مال کے ذریعہ دعوت عام کرنے اور اصلاح ورہنمائی کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا یہ عمل انتہائی عظیم اور یہ سرگرمی لائق شکر ہے، لیکن اس وقت اس کی تاثیر اور فائدہ بڑھ جاتا ہے جب اپنی کوشش کو دوسروں کی کوششوں کے ساتھ متحد کردیتا ہے اور وہ دوسرے دعاۃ کے ساتھ مل جل کر اس واجب کو ادا کرتے ہیں، آج اجتماعی کوشش اور اداری پروگرام کی حاجت ہے تاکہ ان کی امید اور مقصود مکمل کامیابی وکامرانی کی صورت میں ظاہر ہو۔

ساتواں طریقہ: مجاہدہ:

یہ بات انتہائی مشکل ہے کہ مسلمان کامل ذاتی تربیت کی دشواریوں کا بغیر اس کی لازمی شرطوں کے اکٹھا کئے اور مناسب ماحول تیار ہوئے ادراک کر سکے۔

واجبات کی ادائیگی اور برائیوں کے ترک کرنے کے لئے نفس سے جہاد

کرنا، سنتوں اور اطاعتوں کی بجا آوری کا عادی بنانا اور اللہ و آخرت سے گہرا تعلق پیدا کرنا بڑا مشکل امر ہے، کیونکہ اللہ کے احکام پر ثبات قدمی اور کمال تزکیہ کے حصول کا راستہ تکلیفوں، پریشانیوں اور مشقتوں سے گھرا ہے، اس راستے میں ہر ہر قدم پر مسلمان کے گھات میں لگے ہوئے دشمن برائی کرانے اور گمراہ کرنے کے لئے کھڑے ہیں، وہ دشمن ہیں خواہشات، شیطان برائی پر ابھارنے والا نفس، اگر پوری تندہی کے ساتھ ان پر چڑھ دوڑنے، ان سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا تو بڑی آسانی سے ان کے سامنے تربیت کے پہلے ہی قدم میں شکست کھا جائے گا، یا اپنی رفتار سست کر کے اعلیٰ درجات پر پہنچنے سے قاصر رہے گا۔

اس موضوع کے تعلق سے کچھ توجیہات کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں چند درج ذیل ہیں:

۱- صبر جہاد کا توشہ ہے:

تربیت پر استمرار اور اسے تقویت دینے میں صبر سب سے بڑا ذریعہ ہے، جس شخص سے صبر ناپید ہو گیا وہ نفس سے جہاد کرنے میں کامیاب نہ ہوگا، اور جس قدر نفس کا تعلق خواہشات و مرغوبات سے ہو گا اسی قدر آدمی کو اس سے

جہاد کرنے اور اس کی سرکشی کے خلاف ڈٹے رہنے میں صبر کی ضرورت ہوگی، جب تک کہ اسے اللہ تعالی کی اطاعت پر نہ لگادے(1)۔

۲-ارادہ کا مصدر و منبع:

انسان کا خارجی ظروف سے لگاؤ اور اس پر بھروسہ کرنا جیسے مال کی فراوانی، شادی یا لمبے ہرے بھرے مستقبل کا انتظار، کہ یہ چیزیں بلا مشقت اسے پختہ ارادہ اور نفس کی تربیت کے لئے داخلی محرکات میسر کریں گی، یہ سوچنا غلط ہے اور یہ شیطانی وسوسہ ہے! البتہ جہاد اور حقیقی ارادہ دل کے اندر سے ابھرتا اور انسان کی کوشش اور اس کی کما حقہ قیمت ادا کرنے سے آتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾ العنکبوت:٦٩

(اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے، یقیناً اللہ تعالی نیکوکاروں کا ساتھی ہے)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالی نے ہدایت کو جہاد پر معلق کردیا ہے، تو سب سے زیادہ ہدایت یافتہ وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ جہاد کرنے والا

(1) منہج الإسلام في تزكية النفوس / لكرزون ۱/۳۷۸۔

ہے ، اور سب سے بڑا جہاد نفس ، خواہشات ، شیطان اور دنیا سے جہاد کرنا ہے ، اب جس شخص نے اللہ کے لئے ان چار چیزوں سے جہاد کر لیا تو اللہ تعالی اسے اپنی خوشنودی کے راستوں کی ہدایت دے گا جو اسے جنت تک لے جائیں گے ، اور جس نے جہاد ترک کر دیا اس سے جہاد چھوڑنے کی مقدار میں ہدایت فوت ہو جائے گی"(۱)

۳- جہاد میں تدریج:

نفس کی تبدیلی واصلاح ایک صبح یا شام میں نہیں ہو جاتی ، بلکہ بتدریج رفتہ رفتہ ہوتی ہے ، انسان ان نیک اعمال اور مفید پروگراموں کو جسے میں نے اوپر ذکر کیا ہے ہر روز حسب استطاعت اپناتا رہتا ہے ، چند دنوں کے بعد کوشش کرنے اور اخلاص نیت کے نتیجہ میں اپنے نفس کا اس سے لگاؤ پائے گا اور وہ مزید کا طالب ہو گا ، اس وقت اس پر صرف اتنا ضروری ہو گا کہ تھوڑی تھوڑی نئی چیزیں اضافہ کرتا رہے ، اور اس پر ثابت قدم رہے ، اس طرح ان شاء اللہ اپنے نفس ، ایمان اور اخلاق میں مثبت تبدیلی اور ترقی پائے گا ، اسی ایمانی حقیقت کی تاکید اس حدیث قدسی میں ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے رب سے

---

(۱) الفوائد / لابن القیم ص ۵۹۔

روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شبراً تَقَرَّبتُ إِلَيهِ ذِرَاعاً، وَمَن تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعاً تَقَرَّبتُ إِلَيهِ بَاعاً، وَمَنْ جَاءَنِي يَمْشِي أَتَيْتُه هَرْوَلَةً"(١)

(جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں)

کہا جاتا ہے کہ: "ایک ہزار میل کی مسافت ایک قدم سے شروع ہوتی ہے"

تو اے میرے مسلمان بھائی! آج ہی سے حسب استطاعت نیک اعمال شروع کر دو، ان شاء اللہ جلد ہی خوش آیند نتائج حاصل ہوں گے۔

۴- بیدار رہو:

انسان کے لئے نفس، خواہشات اور شیطان سے مسلسل جہاد کرنا، اور نیک اعمال سے ایک لمحہ بھی نہ رکنا بہت ضروری ہے، کیونکہ ایک لمحہ کی غفلت و سستی بسا اوقات زبردست ایمانی اور تربیتی خسارہ میں ڈال دیتی ہے جس کی سرے سے تلافی ہو نہیں سکتی، یا اگر تلافی ہو گی بھی تو بڑی مشکل سے، حکیم ترمذی فرماتے ہیں: "اگر تم نفس کی ریاضت سے غافل ہو گئے تو اس بات سے

(١) الفوائد / لابن القیم ص ۵۹۔

مامون نہ رہو کہ جب تک شہوت زندہ اور خواہشات باقی ہیں اپنی پرانی عادتوں پر پلٹ آئے گی"(۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مکمل جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے لئے ہر حال میں بیدار رہے کیونکہ جب بھی غافل ہوگا شیطان اسے اور اس کے نفس کو برائیوں میں ڈال دے گا"(۲)

۵- جہاد سے مستفید کون ہوگا؟

اے میرے مسلمان بھائی، بہن! کیا یہ بات کہنے کی ضرورت ہے کہ اگر آپ اپنے نفس اور دشمن سے جہاد کریں گے تو اس سے اول و آخر ہمیشہ آپ ہی مستفید ہوں گے اور آپ کے نیک اعمال کا اجر آپ ہی کی نیکیوں کے ترازو میں ہوگا، دوسرے کے نہیں!! تو اگر اس کا متوقع جواب ہاں ہے تو یہ سستی ولاپرواہی، غفلت و راحت طلبی میں کیوں پڑے ہو؟ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ چند دن ہیں پھر ساری تکلیف اور مشقت ختم ہو جائے گی اور ان شاء اللہ اجر و ثواب پاکر مسرور ہو گے۔

---

(۱) أسرار مجاهدة النفس / للحكيم الترمذي ص ۸۴۔

(۲) فتح الباری ۱۱/ ۳۳۸۔

آٹھواں طریقہ: اللہ کی بارگاہ میں سچی دعا والتجا:

اپنی ذاتی تربیت میں اس کا بڑا اہم رول ہے، کیونکہ مطلوبہ چیز کو حاصل کرنے اور ناخوشگوار شیء کو روکنے کے لئے جب تک مسلمان کو اللہ کی مدد وتوفیق، ہمت وعزیمت شامل حال نہ ہوگی تب تک خود اپنی طاقت وذہانت کی بدولت اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہے خواہ اس کے اندر کتنی ہی ذہانت اور قوت ہو۔

دعا تربیت کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے، کیونکہ یہ بندہ کی اپنے رب کے سامنے خاکساری اور عاجزی ہے، محتاجگی کا اعتراف اور تمام طاقت وقوت سے سبکدوشی کا اعلان ہے، اور اللہ کی طاقت وقوت نیز اس کی قدرت وانعام کا اقرار ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ غافر: ٦٠۔

(اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا)

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَا عَلَى الأَرْضِ مُسلِم يَدعُو اللّهَ تَعَالَى بِدَعوَة إِلّا آتَاهُ اللّه إِيّاهَا ، أَو صَرَف عَنْهُ مِنَ السّوءِ مِثلَهَا ، مَا لَم يَدَع بِإِثمٍ أَو

قَطِيعَةَ رَحِمٍ- فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: إِذَنْ نكثر! قَال: اللّٰهُ أَكْثَر"!!

(اس روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان جب اللہ سے دعا کرتا ہے تو اللہ اسے وہ چیز عطا کرتا ہے، یا اس جیسی مصیبت ٹال دیتا ہے، جب تک کہ وہ گناہ اور رشتہ داری کو ختم کرنے کی دعا نہ کرے) تو ایک شخص نے کہا: کہ ہم بکثرت دعا کریں، تو آپ نے فرمایا: (اللہ بھی اس پر زیادہ عطا کرنے والا ہے)

اور ایک دوسری روایت میں ہے: "أَوْ يُدَّخر لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثلهَا"[1]

(یا اس کے مثل اس کے لئے ثواب کا ذخیرہ بنا دیتا ہے)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا: "أَعْجَزَ النّاسِ مَن عَجزَ عَنِ الدُّعَاء......"[2]

(سب سے عاجز وہ شخص ہے جو دعا سے عاجز ہو گیا ہو)

ایک اور جگہ آپ نے فرمایا: "لَا يَرِدّ القَدر إلّا الدّعَاء"[3]

(مقدر کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے)

رسول اللہ ﷺ نے دعا اور تزکیہ کے درمیان تعلق بہت واضح الفاظ میں

---

(۱) اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اور "حسن صحیح" کہا ہے۔

(۲) صحیح الجامع (۱۰۴۴)

(۳) اسے امام احمد نے روایت کیا، اور علامہ البانی نے صحیح الجامع میں اسکی تحسین کی ہے (۷٦۸۷)

بیان فرمایا، اور یہ دعا تزکیہ کے وسائل میں سے ہے، آپ نے فرمایا: ''إِنَّ الإِيمَانَ لَيَخلُق فِي جَوفِ أَحَدِكُم كَمَا يَخلُق الثّوب ، فَسَلُوا اللّهَ تَعَالَى أَنْ يُجَدِّدَ الإِيمَانَ فِي قُلُوبِكُم ''(۱)

(تمہارے دل میں ایمان اسی طرح پرانا ہوتا ہے جس طرح کپڑا پرانا ہوتا ہے، تو تم اللہ سے دعا کرو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کی تجدید فرمائے)

اور ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (اللہ سے اپنی خوشحالی کی حالت میں دعا کرو شاید اس کے سبب تمہاری پریشانی میں دعا قبول کر لے)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''کسی شخص پر جو آفت و مصیبت آتی ہے وہ شکر کے ضائع کرنے اور اللہ کی بارگاہ میں محتاجگی اور دعا سے غفلت برتنے کے نتیجہ میں آتی ہے، اور جو بھی کامیاب ہوتا ہے وہ شکر کرنے اور اللہ کی بارگاہ میں سچی محتاجگی ظاہر کرنے اور دعا کے نتیجہ میں ہوتا ہے''(۲)

اس وسیلہ کا خاطر خواہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان

---

(۱) اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(۲) الفوائد / لابن القیم ص ۲۴۳، تحقیق: عامر یاسین۔

تجاویز کو نظر انداز نہ کریں۔

۱-دعا کی حاجت:

مسلمان کو اس بات کا احساس رکھنا کہ وہ اللہ تعالی کی مدد، بھلائی کی توفیق، سیدھے راستے کی ہدایت، اس پر مرتے دم تک ثبات قدمی اور یہ احساس کہ اس کے بغیر وہ دنیا و آخرت میں خسارہ اور نقصان اٹھائے گا انتہائی ضروری ہے، اور اس کا یہ تقاضا ہے کہ یہ احساس زندگی کے ہر لمحے اور ہر سانس میں قوی تر ہو اور اسے ہر وقت اور ہر لمحہ دعا کی مقبولیت کی گھڑیوں میں آہ وزاری اور بکثرت دعا کرنے پر ابھارے کہ اللہ اس کے نفس کی اصلاح فرما دے، اس کے ایمان واحسان کے درجات بلند فرمادے، اور ہمیشہ وہر گھڑی اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔

۲-دعا کی قبولیت کے اوقات واماکن:

دعا کے افضل اوقات میں سے: رات کا تیسرا پہر، پنج وقتہ نمازوں کی اذان کے وقت، اذان واقامت کے درمیان، سجدے میں۔

اور مقدس مقامات: کعبہ اور حطیم کے اندر، صفا ومروہ پر، اور سفر کے وقت وغیرہ۔

۳-دعا کی شرطیں:

اللہ سے اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے ہمیں دعا کے آداب و شرائط کی تکمیل اور اس کے موانع سے دور رہنے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے، مثلاً: پاک کھانا، سوال کرنے میں پختگی، دعا کے وقت اللہ کی بارگاہ میں اپنی کمزوری اور تواضع کا اظہار، حضور قلب، تمام گناہوں سے توبہ اور صرف اللہ رب العزت سے خوف کھانا اور امید لگانا۔

۴- قبولیت کے لئے جلدی مت کرو:

بعض مسلمان اللہ سے بکثرت دعا اور گریہ وزاری کرتے ہیں مگر ان کی مراد جلدی سے پوری نہیں ہوتی تو کیا یہ ان کے لئے جواز فراہم کرتا ہے کہ تھک کر دعا کرنا چھوڑ دیں؟ اگر کسی نے ایسا کیا تو شیطان اسے اس عظیم عبادت کی بجا آوری سے شکست دلانے اور رسوا کرنے میں کامیاب ہو گیا، اور ایسا ہتھیار چھین لیا جو کبھی شکستہ نہیں ہونے دیتا۔

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعا پر مداومت برتے، کیونکہ وہ ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ ضرور کامیاب ہوگا، یا تو اللہ اس کی حاجت پوری کردے گا اور اس کی مراد عطا کردے گا، یا اس سے کوئی برائی اور مصیبت

ٹال دے گا، یا اس کی اس دعا کے اجر وثواب کا ذخیرہ بنادے گا، اس لئے اے مسلمانو! دنیوی اور اخروی فائدہ پر خوش ہو جاؤ!!

۵- خود کو فائدہ پہنچاؤ اور دوسروں کو بھی:

جس ہدایت واستقامت کی دعا اپنے لئے کرتے ہو وہی اپنے اہل وعیال، اقرباء، دعاۃ، مجاہدوں اور تمام مسلمانوں کے لئے کرنا نہ بھولو، کیونکہ اس کے ذریعہ اپنے ساتھ ہی ساتھ غیروں کے لئے دعا کرنے کا اجر وثواب پاؤ گے جیسا کہ حدیث میں ہے: "**مَا مِن عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدعُو لأَخِيهِ بِظَهرِ الغَيبِ إِلّا قَالَ المَلَكُ: وَلَكَ بِمِثل**"(۱)

(کوئی بھی مسلمان بندہ جو اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اسی جیسا ہو)

---

(۱) مسلم۔

تربیت ذات کے آثار و نتائج

اس بحث کے آخر میں ان اچھے اور بہترین نتائج کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا جن سے ہر مسلمان مرد و عورت اپنے نفس کی اچھی اور مکمل تربیت کرنے سے بہرہ ور ہوتا ہے، ان امیدوں کے ساتھ کہ یہ ہمارے لئے اپنے نفس کی تربیت واصلاح کے لئے مزید اہتمام کا باعث بنیں، یہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اللہ کی خوشنودی اور جنت کی کامیابی:

مسلمان جب واجبات کی بجا آوری اور برائیوں سے اجتناب کر کے مکمل طور پر اپنے ذات (نفس) کی تربیت کرتا ہے تو وہ بلاشبہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، اور پھر جنت کی کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے، اور یہ دونوں چیزیں آخرت میں ہر مسلمان کی تمنا اور اس کی فرحت و سعادت کی انتہا ہوں گی، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدخُلُونَ الجَنّةَ يُرزَقُونَ فِيهَا بِغَيرِ حِسَابٍ﴾ المؤمن: ٤٠ ـ

(اور جس نے نیکی کی ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والا ہو تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے شمار روزی پائیں گے)

نیز فرمایا: ﴿ إِنّ الّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُم جَنّاتُ

الفِردَوسِ نُزُلاً﴾ الکھف:۱۰۷۔

(جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے یقیناً ان کے لئے الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے)

نفس کی تربیت وتزکیہ کے مطابق ہی اس کا جنت میں مرتبہ ہوگا، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: **﴿وَمَن يَّأتِهِ مُؤمِناً قَد عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ العُلَى﴾** طہ:۷۵

(اور جو بھی اس کے پاس ایمان کی حالت میں حاضر ہوگا اور اس نے اعمال بھی نیک کئے ہوں گے اس کے لئے بلند وبالا درجے ہیں)

۲- سعادتمندی اور اطمینان:

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی انسان دلی سعادت اور نفسی اطمینان کا متلاشی نہ ہو، لیکن بیشتر لوگ اس کے حصول کے طریقہ میں غلطی کرتے ہیں اور اس کے راستوں میں سرگرداں وپریشان ہوجاتے ہیں، اس لئے کہ وہ اسے کھانے پینے، شہوات ومعاصی اور یہاں وہاں تلاش کرتے ہیں، چنانچہ ان کو صرف تھوڑے سے وقفہ کے لئے کھوکھلی اور ظاہری سعادت ہاتھ آتی ہے، اور بھرپور مشقت اور لمبی عمر کے ضائع کرنے کے بعد حسرت واندوہ لئے لوٹتے ہیں۔

اے سعادت کے متلاشی! آؤ ہم تمہیں سعادتمندی کا مختصر راستہ بتلاتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ کوشش اور وقت بھی فراہم کئے دے رہے ہیں، وہ صرف اللہ کی طرف پلٹنے سے مل سکتی ہے، اور خود کو تمام اوامر کی بجا آوری اور تمام منہیات سے اجتناب کا عادی بنانے سے حاصل ہوگی، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾ النحل: ٩٧

(جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے)

نیز فرمایا: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾ طه: ١٢٤ ۔ (اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”دنیا میں اس کی زندگی تنگ ہوگی، نہ تو اس کو اطمینان حاصل ہوگا، اور نہ ہی وسعت صدر، بلکہ اس کی گمراہی کی وجہ سے اس کا سینہ تنگ و کوتاہ ہو جائے گا، اگرچہ ظاہر اً ناز و نعمت میں ہو، جو چاہے پہنے، جو چاہے کھائے اور جہاں چاہے رہے“(١)

---

(١) تفسیر ابن کثیر ٣/ ١٦٨۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”زندگی صرف محبت کرنے والوں کی ہے جن کی آنکھیں ان کے حبیب کے دیدار سے ٹھنڈی ہوں گی انہیں سکون اور اطمینان قلب حاصل ہوگا، اس کی قربت سے وہ مانوس ہوں گے، اس کی محبت سے لطف اندوز ہوں گے، دل کے اندر ایک ایسا خلا ہوتا ہے جو صرف اللہ کی محبت، اس کی جانب اقبال ورجوع کے ذریعہ ہی پُر ہوتا ہے، اس کی پراگندگی اس کے بغیر زائل نہیں ہو سکتی، اور جو شخص اس کو پانے میں کامیاب نہیں ہوا اس کی ساری زندگی رنج وغم حسرت و آلام کے سوا کچھ نہ ہوگی“(۱)

۳- محبت و مقبولیت:

(یہ مومن کے لئے دنیا ہی میں خوشخبری ہے) جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، جو شخص اپنے نفس کی ایمان و تقوی اور عمل صالح پر تربیت کرتا ہے وہ اللہ کی محبت سے ہمکنار ہوتا ہے، یہ کتنا بڑا انعام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ”وَلَا يَزَالُ عَبدِي يَتَقَرّبُ إِلَيّ بِالنّوَافِلِ حَتّى أُحِبّه“

(میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں)

---

(۱) مدارج السالکین ۳/ ۲۷۴۔

پھر بلا قصد وارادہ لوگوں کی محبت اور ان کی طرف سے عزت وتوقیر حاصل کرلیتا ہے، اس طرح کہ اللہ تعالی ان کے دل میں اس کے لئے مقبولیت پیدا کر دیتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا﴾ مریم:٩٦۔

(بیشک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کئے ہیں ان کے لئے رحمٰن محبت پیدا کر دے گا)

اور حدیث میں ہے کہ: "إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالَى العَبدَ نَادَى جِبرِيلُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُحِبّ فُلَاناً فَأَحْبِبهُ فَيُحِبّه جِبْرِيل فَيُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنّ اللّٰه يُحِبّ فُلَاناً فَأَحِبّوهُ فَيُحِبّونه أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمّ يُوضَعُ لَه القَبول فِي الأَرْضِ"(١)

(اللہ تعالی جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو پکار کر کہتا ہے کہ اللہ فلان بندے سے محبت کرتا ہے لہذا اس سے محبت کرو، تو اس سے جبریل محبت کرنے لگتے ہیں، پھر وہ آسمان میں ندا لگاتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں بندے سے محبت کرتا ہے اس لئے اس سے محبت کرو پس اس سے آسمان والے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے)

---

(١) بخاری، مسلم۔

(یعنی دلوں میں اس کی محبت اور ہیبت پیدا کر دیتا ہے، چنانچہ دل اس سے محبت کرتے ہیں، نفس اس سے راضی رہتے ہیں، اس کی جانب سے بغیر محبت کئے یا حصول محبت کے دیگر اسباب اپنائے بغیر مثلاً دوستی، رشتہ داری وغیرہ...... اسی طرح اس کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے اس کے دشمنوں کے دلوں میں رعب و ہیبت طاری کر دیتا ہے۔

۴- کامیابی و درستگی:

اللہ کے احکام پر ثبات قدمی اور اس کی اطاعت پر نفس کی تربیت کی برکت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالی اس کی روز مرہ کی زندگی میں کامیابی و کامرانی مقرر کر دیتا ہے، جن سے اس کا تعلق ہوتا ہے مثلاً: بیوی، اولاد، اہل و عیال، پڑوسی، رشتہ دار، یا دوست احباب، اسی طرح اس کے تجارتی معاملات اور علمی دروس وغیرہ......۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس انسان کی زندگی کسی دنیاوی نقصان و خسارے یا گناہوں میں واقع ہونے سے محفوظ ہوتی ہے، ہرگز نہیں، بلکہ وہ بھی ایک انسان ہے دوسرے لوگوں کی طرح اسے بھی کوتاہی غفلت و نسیان پیش آسکتا ہے، مگر دونوں میں بڑا فرق ہے، اس کی زندگی میں توفیق و اصلاح

غالب ہے، اور دوسرے کی زندگی میں ناکامی اور کوتاہی غالب ہے۔

۵- ہر بری اور ناپسندیدہ چیز سے حفاظت:

چونکہ اللہ تعالی اس مسلمان بندے کو دنیا کی عام مصیبتوں اور زندگی کی ناپسندیدہ چیزوں سے اور شیطان وانسان کے برے ارادے سے اس کی حفاظت فرماتا ہے، یہاں تک کہ حیوانات اور کیڑوں مکوڑوں کی تکالیف سے بھی بچاتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ کی توضیح میں فرماتے ہیں: "ان سے اللہ کا دفاع ان کی ایمانی قوت اور کمال کے مطابق ہوتا ہے، اور ایمان کی قوت و پختگی اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے، چنانچہ جس شخص کا ایمان کامل ترین ہوگا اور زیادہ ذکر کرنے والا ہوگا اللہ کا اس سے دفاع کرنا اتنا ہی عظیم ہوگا(۱)۔

اسی طرح اللہ تعالی اس متقی اور تربیت یافتہ آدمی کے کان، آنکھ اور اس کی عقلی و جسمانی قوت کی حفاظت جوانی اور بڑھاپے دونوں میں کرتا ہے۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جس نے اللہ کو اپنے بچپنے اور قوت کی

(۱) الوابل الصیب / لابن القیم ص ۷۰۔

حالت میں یاد رکھا اللہ تعالی اس کی بڑھاپے اور کمزوری میں حفاظت کرے گا، اور اس کا قوت سماعت ، بصارت ، قوت وطاقت اور عقل بچائے رکھے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عالم تھے جن کی عمر سو سے تجاوز کر چکی تھی ان کی قوت وعقل بحال تھی ایک روز انہوں نے زور دار چھلانگ لگائی کسی شخص نے ان کو ملامت کی اور کہا کہ بڑھاپے میں یہ حرکتیں اچھی نہیں لگتیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ ان اعضاء کو ہم نے بچپن میں برائیوں سے محفوظ رکھا تھا اس لئے اللہ نے اسے بڑھاپے میں ہمارے لئے محفوظ رکھا ہے"(۱)

اس واقعہ سے اس حدیث کو تقویت حاصل ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: "**احفَظِ اللّٰہ یَحفَظْكَ، احفَظِ اللّٰہ تَجِدہُ تجاهَك**"(۲)

(اللہ کو یاد رکھو اللہ تعالی تمہیں محفوظ رکھے گا، اللہ کو یاد کرو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے)۔

۶- وقت اور مال میں برکت:

بلاشبہہ ہر انسان یومیہ چوبیس گھنٹے کا مالک ہوتا ہے، لیکن یہاں ایک انسان اور دوسرے انسان میں فرق ہے ایک شخص اپنے نفس کی تربیت کے لئے

(۱) جامع العلوم والحکم / للإمام ابن رجب الحنبلی ص ۱۶۳۔ (۲) ترمذی۔

کوشش کرتا ہے تو اس وقت سے مفید اور نفع بخش کاموں میں استفادہ کرتا ہے، خود مستفید ہوتا ہے یا اپنی قوم کو مستفید کرتا ہے، اور دوسرا وہ شخص ہے جو بعینہ اتنے ہی وقت کا مالک ہے لیکن اسے ضائع کر دیتا ہے اور ایسے کام میں صرف کر دیتا ہے جس میں نہ تو اس کا فائدہ ہوتا ہے اور نہ ہی دوسرے کا، اب اگر دن کے اخیر حصہ میں آپ اس سے سوال کریں کہ اس نے کتنی نیکیاں اور بھلائیاں کی ہیں تو صفر ہی اس کا جواب ہوگا...... اسی طرح اس کی ساری زندگی کا حاصل ہوتا ہے۔

یہی حال مال کا بھی ہے، کہ ایک صالح آدمی اپنا مال رفاہی کاموں اور نیکی واحسان کے راستوں میں خرچ کر کے بہترین استفادہ کرتا ہے، اس کے برعکس دوسرا شخص برائیوں، گناہوں، شہوتوں اور لذتوں میں خرچ کرتا ہے جو دنیا میں بھی اس کے لئے وبال جان بنتا ہے مختلف امراض ومصائب سے دوچار ہوتا ہے یا اسے قید خانہ میں پہونچا دیتا ہے۔ اور آخرت میں تو وہاں کا حساب وجزاء اور عقاب الگ ہی ہے۔

۷-حالات ومصائب پر تحمل:

اللہ تعالی نے اس زندگی کو ایک ہی حالت یعنی صرف صاف شفاف،

مالداری، عافیت سے بھرپور ہی نہیں بنایا بلکہ اس کے مختلف حالات ہوا کرتے ہیں اس کے راستوں میں بیشمار پریشانیاں، مشقتیں، متاعب و آلام بکھرے پڑے ہیں اور اس کی بہت ساری حکمتیں ہیں، مثلاً: یہ غیر مستقل حالات لوگوں کو اللہ تعالی کی جانب متوجہ ہونے پر آمادہ کریں، نیک اعمال میں کوشاں رہیں جس کے ذریعہ جنت کے طلبگار ہوں اور فردوس بریں میں انہیں راحت اور اطمینان حاصل ہو۔

چنانچہ صالح مسلمان ان مصیبتوں اور پریشانیوں میں متحمل خوش وخرم اور صابر وشاکر ہوگا کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ اس کے گناہوں کو مٹاتے اور درجات بلند کرتے ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمْوَالِ وَالأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ البقرة: ۱۵۵۔

(اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدیجئے)

اور حدیث میں ہے: "عَجباً لأَمرِ المُؤمِنِ إنّ أَمرَه كُلّه لَه خير، وَلَيسَ ذَلِكَ لأَحَدٍ إلّا لِلمُؤمِنِ - إنْ أَصَابَتْه سَرّاء شَكَر فَكَانَ خيراً لَه، وَإنْ أَصَابَتْه ضَرّاء

صَبَرَ فَكَانَ خَيراً لَّه"(۱)

(مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے اس کا ہر کام اس کے لئے بھلا ہے، اور یہ صرف مومن کے لئے ہے، اگر اسے تونگری ملتی ہے تو شکریہ ادا کرتا ہے، تو یہ اس کے لئے اچھا ہوتا ہے، اور اگر اسے فقر وفاقہ لاحق ہوتا ہے تو اس پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے)

۸- نفسیاتی امن کا احساس:

اس دنیا میں ہر انسان کو ہر چہار جانب سے خوف وہراس گھیرے ہوئے ہے، ہر طرف سے غم واندوہ کا غلبہ ہے، ذرا دیکھو تو سہی وہ ماضی کے بارے میں نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کے لئے کیا فیصلہ کیا ہے اور مستقبل کا بھی اسے کوئی علم نہیں کہ اللہ اس کے لئے کیا فیصلہ کرے گا......! لیکن مومن بندے کو اس خوف وہراس کا احساس نہیں رہتا، نہ ماضی میں نہ حاضر میں اور نہ ہی مستقبل میں، کیونکہ اسے اللہ کی ذات سے اپنے تمام گناہوں کے بارے میں خواہ کتنے ہی بڑے ہوں اللہ کی رحمت ومغفرت اور معافی پر بھروسہ ہے اور اپنی روزی اور معیشت پر اطمینان ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ لوح محفوظ میں لکھا جاچکا ہے، وہ

---

(۱) مسلم۔

اپنی موت پر ایمان رکھتا ہے اسے یہ یقین ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی مقدم
و موخر نہیں ہو سکتی وہ تمام شرعی اور کونی اسباب اپنانے کے بعد اللہ تعالی کی قضا
و قدر پر ایمان رکھتا اور اس پر راضی و مطمئن رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس میں
بھلائی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ الأحقاف: ١٣۔

(بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر
نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے)

نیز فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَاناً
مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ الفتح: ٤۔

(وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اور اطمینان ڈال دیا تا کہ
اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں)

"یہ سکون دل کی زندگی ہے، ایسا نور ہے جس سے وہ منور ہوتا ہے، اس
کے لئے یہ بیداری کا سامان ہے اور ایسی قوت ہے جو پریشانیوں کے وقت اسے
تقویت و عزیمت بخشتی ہے، اور مشکلات میں ثابت قدم رکھتی ہے، اور جزع
فزع اور گھبراہٹ کے وقت نفس کو کنٹرول کرتی ہے اسی لئے اس سکینہ سے

مومن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے"(۱)

اس حقیقت کی تاکید کے لئے ہم اسلاف کرام کی تاریخ سے ایک مثال پیش
کرتے ہیں جو اللہ تعالی کی سچی عبودیت اور مشقتوں کے وقت سکون نفس کی
انوکھی مثالوں سے بھری ہے وہ یہ کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ دمشق
کے قلعہ کے اندر اپنے شاگرد رشید امام ابن قیم رحمہ اللہ کے ساتھ قید کردئے
گئے اس وقت کے بارے میں ابن قیم رحمہ اللہ اپنے شیخ کے متعلق فرماتے ہیں:
"ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے دشمن میرے ساتھ کیا کر سکتے
ہیں ؟ میری جنت میرے سینے میں ہے، جہاں کہیں بھی جاؤں یہ مجھ سے جدا
نہیں ہوتی، یہ قید میری خلوت ہے، میرا قتل مجھے شہادت کا درجہ عطا کرے گا
اور اگر شہر سے نکال دیا جاؤں تو زمین میں سیاحت کروں گا !! جیل کے اندر وہ
سجدے میں فرماتے تھے: "اے اللہ اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد
فرما"(۲)۔

انہوں نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ: "قیدی وہ ہے جس کا دل اس کے رب

---

(۱) مدارج السالکین / لابن القیم ۲/ ۵۰۷۔

(۲) الوابل الصیب من الکلم الطیب / لابن القیم ص ۶۶-۶۷۔

کی طرف سے مقید ہو، اور محبوس زنداں وہ ہے جس کی خواہشات نے اسے قید کر لیا ہو۔

یہ وہ بعض وسائل ونتائج تھے جن کا تذکرہ ہوا۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ ان کلمات کے ذریعہ ہر پڑھنے والے کو فائدہ پہنچائے، اور یہ سب خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اور اپنی محبت وخوشنودی کا کام کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعوَانَا أَنِ الحَمْدُ لِلّٰہ رَبِّ العَالَمِین، وَصَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ عَلَی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِین۔

فہرست

عناوین | صفحہ

عناوین	صفحہ

www.sirat-e-mustaqeem.com
التربية الذاتية
تأليف
عبدالله بن عبدالعزيز العيدان
ردمك: ٩٩٦٠-٩٨٠٧-٥-٨